تنظیم اسلامی کا ترجمان

12

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

15 تا 21 شعبان 1442ھ/30 مارچ تا 5 اپریل 2021ء

ایمان کا سب سے بڑا منبع

ایمان کا سب سے بڑا منبع وسرچشمہ خود قرآن حکیم ہے۔ سورۃ الانفال میں سچے اہل ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا: ﴿وَاِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا﴾ (آیت:2) ''اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں۔'' معرفت رب ہر انسان کے دل میں ودیعت شدہ ہے اور ضرورت صرف اسے جلا دینے یعنی activate کرنے کی ہے اور یہ صرف نورِ وحی سے ہی ممکن ہے۔ چنانچہ جب فطرتِ سلیمہ پر نورِ وحی کا نزول ہوگا تو نورِ ایمان وجود میں آ جائے گا۔

ہمارا انسانی وجود ایک مرکب وجود ہے جو جسد اور روح پر مشتمل ہے۔ ہمارے جسدِ خاکی کی تمام ضروریات اس زمین سے پوری ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارا روحانی وجود عالم امر کی شے ہے اور اس کے تغذیہ وتقویت کے لیے اللہ تعالیٰ نے عالمِ بالا سے قرآن حکیم نازل کیا ہے۔ ہماری زمینی حیات کا مبدا پانی ہے اور یہی ہماری زندگی کا سرچشمہ ہے۔ عالمِ حیاتیات میں جو کام پانی سرانجام دیتا ہے وہی کام عالمِ امر میں قرآن کرتا ہے۔

ہماری پوری تحریک، جدوجہد اور جستجو کا یہی فلسفہ ہے کہ قرآن حکیم ایمان ویقین کا منبع وسرچشمہ ہے اور ضرورت صرف تعلیم وتعلّم کے ذریعے اسے عام کرنے کی ہے اور اسی ذریعے سے شعوری ایمان پیدا ہوگا۔

حقیقتِ ایمان
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

پاک بھارت مذاکرات: مشتری ہشیار باش!

حقیقی علم اور ہدایت

جو بائیڈن کی نئی افغان پالیسی

اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام (vi)

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا بنت عمرو

آؤ سچ بولیں!

الہدیٰ (930)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

وہ لوگ جن کے دل نورِ ایمان سے منور ہوتے ہیں

سُورَۃُ النُّور | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 36 تا 38

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ ۙ
رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۪ۙ
یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَ الۡاَبۡصَارُ ﴿٭ۙ۳۷﴾ لِیَجۡزِیَہُمُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ
مَا عَمِلُوۡا وَ یَزِیۡدَہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

آیت ۳۶: ﴿فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ﴾ ’’(اُس کے نور کی طرف ہدایت پانے والے) ان گھروں میں (پائے جاتے ہیں) جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے اور ان میں اس کا نام لیا جائے‘‘

ان گھروں سے مراد مساجد ہیں اور انہیں بلند کرنے کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ مساجد کی تعمیر اس انداز اور ایسی جگہوں پر کی جائے کہ وہ پوری آبادی میں بہت نمایاں اور مرکزی حیثیت کی حامل ہوں اور دوسرے یہ کہ ان کے معنوی ترفّع کو یقینی بنایا جائے اور ہر قسم کی معنوی نجاست سے انہیں پاک رکھا جائے۔

﴿یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ ﴿۳۶﴾﴾ ’’وہ تسبیح کرتے ہیں اللہ کی ان (مساجد) میں صبح اور شام۔‘‘

یہ صاحبِ ایمان لوگ جن کے دلوں میں نورِ ایمان کی قندیلیں روشن ہیں وہ اللہ کے ان گھروں میں صبح وشام اُس کا ذکر اور اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

آیت ۳۷: ﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۪ۙ﴾ ’’وہ جواں مرد جنہیں غافل نہیں کرتی کسی قسم کی کوئی تجارت یا خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے‘ نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے‘‘

﴿یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَ الۡاَبۡصَارُ ﴿۳۷﴾﴾ ’’(اس سب کچھ کے باوجود بھی) وہ لرزاں وترساں رہتے ہیں اُس دن کے تصور سے جس دن الٹ جائیں گے دل اور نگاہیں۔‘‘

آیت ۳۸: ﴿لِیَجۡزِیَہُمُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَ یَزِیۡدَہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ ؕ﴾ ’’تا کہ اللہ انہیں بہترین جزا دے ان کے اعمال کی اور ان کو اپنے فضل سے مزید نوازے۔‘‘

﴿وَ اللّٰہُ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾﴾ ’’اور اللہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے بغیر حساب کے۔‘‘

یہ تو تھی ایک مؤمن صادق کے دل اور اس کی کیفیت ایمان کے بارے میں تمثیل اور اس کے کردار کی ایک جھلک۔

فرمانِ نبویؐ

اچھی گفتگو کرنا اور کھانا کھلانا

عَنۡ ھَانِیٍٔ رضی اللہ عنہ أَنَّہٗ لَمَّا وَفَدَ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ اَیُّ شَیۡئٍ یُوۡجِبُ الۡجَنَّۃَ؟ قَالَ: ((عَلَیۡکَ بِحُسۡنِ الۡکَلَامِ وَبَذۡلِ الطَّعَامِ))

(مستدرک حاکم)

سیدنا ہانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون سی چیز جنت واجب کرتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’اچھی گفتگو کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو۔‘‘

تشریح: انسان کے نیک انجام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی گفتگو کرنے اور دوسروں کو کھانا کھلانے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ دونوں کام بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اچھی گفتگو کے ساتھ آدمی مخالف کو بھی اپنا بنا سکتا ہے۔ اچھی گفتگو اخلاق حسنہ کی ایک نمایاں خوبی ہے۔ غیر محتاط گفتگو کی عادت انسان کی شخصیت کو نفرت کی علامت بنا دیتی ہے۔ اسی طرح دوسروں کو کھانا کھلانے والا معاشرے میں قدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست احباب اور رشتہ داروں کو کھانے پر بلانا پسند فرماتے تھے اور ناداروں اور مفلسوں کو تو کھانا کھلانے کا آپؐ نے حکم بھی دیا ہے۔

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

15 تا 21 شعبان 1442ھ جلد 30
30 مارچ تا 5 اپریل 2021ء شمارہ 12

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800

فون: 78-35473375 (042)

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700

فون: 03-35869501 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک......600 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا ---------------------- (2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر

"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاک بھارت مذاکرات: مشتری ہشیار باش!

پاک بھارت مذاکرات کا ڈول ایک بار پھر ڈالا جا رہا ہے۔ اس مرتبہ متحدہ عرب امارات کے ناتواں کندھوں کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ مذاکرات کی راہ ہموار کرنے کی گزشتہ چند ہفتوں سے زوردار انداز میں سرگرمیاں جاری تھیں۔ یہ بریکنگ نیوز امریکی جریدے بلومبرگ نے دی، دیگر ویب سائٹس اور اخبارات نے اضافی تفصیلات فراہم کیں۔ تفصیلات کے مطابق سعودی عرب نے بھی اِس میں اہم رول ادا کیا۔ اِس سال 25 فروری کو 2003ء میں طے پانے والے جنگ بندی کے معاہدے کے احیاء کا اعلان ہوا تو وہ ان ہی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ یو اے ای کے وزیر خارجہ اور سعودی عرب کے نائب وزیر خارجہ نے اِس حوالے سے مختلف اوقات میں بھارت کے دورے کیے۔ پاکستان سے خاص طور پر عسکری قیادت سے اِن دونوں ممالک کی قیادت مسلسل رابطے میں رہی اور بالآخر یہ طے پایا کہ پاک بھارت سفارتی تعلقات مکمل طور پر بحال کیے جائیں گے، تجارت، پانی کی تقسیم اور مسئلہ کشمیر پر بات کی جائے۔

ہمیں اِن مذاکرات پر کوئی اعتراض نہیں اِس لیے کہ جدید تاریخ بتاتی ہے کہ جنگ نے مسائل پیدا کیے ہیں حل نہیں کیے۔ خاص طور پر جب ایٹمی صلاحیت کے حامل دو ممالک میں کوئی تنازعہ ہو گا تو مذاکرات کے سوا کوئی دوسرا راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ بھارت جو ایک عرصہ سے مذاکراتی عمل کو بُری طرح دھتکار رہا تھا اور نفرت انگیز طریقے سے پاکستان سے بات کرنے سے انکار کرتا تھا۔ وہ یکلخت مذاکرات کے لیے تیار کیوں ہو گیا اور شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ مذاکرات کی خواہش کا اظہار بھارت کی طرف سے ہوا۔ اِس لیے کہ گزشتہ چند ماہ سے بھارت، یو اے ای اور سعودی عرب کی سیاسی اور عسکری قیادت کے مابین بڑی آمدورفت دیکھنے میں آئی تھی۔ ہم کوئی حتمی رائے قائم کرنے سے پہلے پاک بھارت مذکرات کی تاریخ کا جائزہ لیں گے، کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ حال اور مستقبل کے حوالے سے فیصلے کرنے سے پہلے یا رائے کا اظہار کرنے سے پہلے ماضی میں جھانکنا ایک ناگزیر ضرورت ہوتی ہے۔ ہم نے دیکھا کہ مذاکرات کے حوالے سے بھارت نے جب بھی عالمی اداروں کا رُخ کیا یا کسی دوسرے ملک کو بیچ میں ڈالا تو وہ ایسا وقت ہوتا تھا جب بھارت اندرونی یا بیرونی سطح پر بُری طرح پھنس جاتا تھا اور اِن مذاکرات کو time buy کرنے کے لیے استعمال کرتا رہا ہے۔ 1948ء میں جب قبائلی مجاہدین نے کشمیر میں آگے بڑھنے کا سلسلہ شروع کیا اور وہ جموں کے ہوائی اڈے کے قریب پہنچ چکے تھے تو پنڈت نہرو بھاگ کر اقوام متحدہ پہنچ گئے اور سلامتی کونسل کی وہ تاریخی قرارداد منظور ہو گئی جس کے مطابق کشمیریوں کو استصواب رائے کا حق دینے کا طے ہوا تھا۔ پاکستان نے کشمیر میں سیز فائر کو قبول کر لیا۔ مجاہدین کے قدم روک دیے گئے، حالات کچھ نارمل ہوئے تو بھارت نے پینترا بدل لیا۔ آج تک وہ قرارداد سلامتی کونسل کے سرد خانے میں پڑی ہے بلکہ اب تو ردی کی ٹوکری کی نظر ہو چکی ہے۔ بھارت نے منحرف ہونے کا جو جواز گھڑا وہ اِس قدر بھونڈا تھا کہ سن کر انسانی ضمیر کو کراہت محسوس ہوتی ہے۔

1962ء میں ہندچینی سرحدی جھڑپیں ہوئیں، بھارت نے مقبوضہ کشمیر سے فوج نکال کر چینی سرحد پر بھیج دی۔ مقبوضہ کشمیر خالی پڑا تھا۔ پاکستان کو کشمیر میں واک اوور مل سکتا تھا۔ امریکہ کے ذریعے پاکستان کے فوجی صدر کو جنگ کے بعد کشمیر پر مذاکرات کی لوری دی گئی اور وردی پوش صدر میٹھی نیند سو گیا۔ بھارت ایک مرتبہ پھر مذاکرات کا جھانسہ دے کر مشکل وقت سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ 1965ء کی جنگ میں پاکستان مقبوضہ کشمیر میں آگے بڑھا تھا۔ بھارت نے بین الاقوامی سرحد پر حملہ کر کے پاکستان کی یہ پیش قدمی روک دی۔لیکن پاکستان اپنا دفاع کرنے میں مکمل طور پر نہ صرف کامیاب رہا بلکہ مقبوضہ کشمیر کی کچھ چوکیاں اور کچھ بھارتی علاقے پاکستان کے قبضہ میں آ گئے۔ بھارت جنگ جاری رکھنے کی پوزیشن میں نہ رہا۔ اس مرتبہ سوویت یونین کا سہارا لیا گیا۔ تاشقند میں مذاکرات ہوئے۔ پاکستان نے جو تھوڑا بہت جنگ میں جیتا تھا وہ تاشقند کے کانفرنس روم میں کھو دیا۔ طے ہوا کہ پاکستان اور بھارت مسئلہ کشمیر پر وزارتِ خارجہ کی سطح پر مذاکرات کریں گے۔ بھارت کا کام نکل چکا تھا، اُس کی بدنیتی پھر سامنے آئی۔ مذاکرات کے لیے وزیر خارجہ کی بجائے وزیر ریلوے سورن سنگھ کو آگے کر دیا۔ مذاکرات کے انتہائی بے سود قسم کے سات راؤنڈ ہوئے اور وہ ناکامی سے دوچار ہو کر اختتام پذیر ہوئے اور پاکستان منہ دیکھتا رہ گیا۔

بھارت نے کبھی ایسے حالات میں مذاکرات کا نام نہیں لینے دیا جب کبھی پاکستان کسی مشکل سے دوچار ہو۔ کارگل کے محاذ پر جب امریکی مواصلاتی نظام کی وجہ سے پاکستان کی کامیابیاں ناکامیوں اور شکست میں تبدیل ہونے لگی تو پاکستان کی درخواست پر امریکہ نے دونوں ممالک کو مذاکرات کا کہا۔ پاکستان کے وزیراعظم نواز شریف امریکہ پہنچ گئے۔ بھارت کے وزیراعظم نے امریکہ جانا تک گوارا نہ کیا۔ لہٰذا دوطرفہ مذاکرات کا کوئی سوال پیدا نہ ہوا۔

آج اگر بھارت مذاکرات کے لیے زور و شور سے اثبات میں سر ہلا رہا ہے تو اُس کی کئی وجوہات ہیں۔ سب سے پہلی اور اہم ترین وجہ یہ ہے کہ لداخ کے محاذ پر چین کے ہاتھوں اُسے جو بدترین ہزیمت اُٹھانا پڑی ہے اور وہ اپنی سرزمین گنوا بیٹھا ہے۔ اس شکست نے اُس کا ناک زمین سے لگا دیا ہے۔ دوسری وجہ پہلی ہی کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ پاکستان نے ظاہر کر دیا تھا کہ چین کے ساتھ مکمل جنگ کی صورت میں پاکستان بھی بھارت کو نہیں بخشے گا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ پنجاب کے کسانوں کے احتجاج نے اور Covid-19 نے بھارت کی معیشت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ مودی کو اب اگلے انتخابات میں خطرات کا سامنا ہے۔ لہٰذا امن کی طرف پیش رفت معیشت کی بحالی اور اپنی سیاسی صورتِ حال کو بہتر کرنے کے لیے انتہائی ضروری ہے اور Last but not the Least یہ کہ مودی کی خارجہ پالیسی نے بھارت کو امریکہ کی گود میں ڈال دیا ہے۔ امریکہ کو افغانستان کے حوالے سے پاکستان کے تعاون کی ضرورت ہے۔ یہ تعاون پاک بھارت کشیدگی ختم کیے بغیر نہیں مل سکتا۔ یہاں topic سے ہٹ کر عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ جو بائیڈن افغانستان کا مسئلہ جس طرح حل کرنا چاہتا ہے اور اِس سے جو نتائج حاصل کرنا چاہتا ہے، امریکہ کے کچھ سابق صدور یہ سب کچھ آزما کر ناکام ہو چکے ہیں۔ امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان اور بھارت باہمی تعلقات نارمل کر کے چین کے محاصرے میں امریکہ کا ساتھ دیں۔ افغانستان میں بھی ایسی حکومت ہو جو امریکی مفاد کے خلاف کسی بھی سرگرمی یا عمل کو روکنے میں مستعد ہو۔

ہم پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت کو آگاہ کیے دیتے ہیں کہ اسرائیل، امریکہ اور بھارت فطری اتحادی ہیں۔ اسلام دشمنی اِن کی مشترکہ صفت ہے۔ اگر پاکستان نے بھارت سے تعلقات بہتر کرنے کی خاطر یا کشمیر کے حوالے سے بھارت سے کوئی favour حاصل کرنے کے لیے افغانستان میں اپنا وزن افغان طالبان کے مخالف پلڑے میں ڈالا یا افغان طالبان کے خلاف امریکی ایکشن کی کسی بھی قسم کی مدد کی تو وہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگا۔ مذکورہ بالا ابلیسی اتحاد کبھی اسلام اور پاکستان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مذاکرات کریں، گفت و شنید کریں، لیکن یہ ہرگز فراموش نہ کریں کہ بھارت نے ہمیشہ بچھو کا کردار اپنایا ہے اور موقع ملنے پر ڈنگ مارا ہے۔ جبکہ اسرائیل پاکستان کو گریٹر اسرائیل کے راستے کی رکاوٹ سمجھتا ہے اور امریکہ دونوں کا پشتیبان ہے لہٰذا مشتری ہشیار باش۔ سفارتی تعلقات بحال کر لیں، تجارت بھی شروع کر دیں، لیکن یاد رکھیں بھارت کبھی مذاکرات کے ذریعے کشمیر سے دستبردار نہیں ہوگا۔ وہ کشمیر پر مذاکرات صرف وقت گزارنے کے لیے کرے گا۔ ایک سوال بڑا اہم ہے۔ بھارت کو جب بھی کوئی مشکل آن پڑے اور وہ پاکستان سے مذاکرات کی حامی بھرتا ہے تو ایجنڈے میں مسئلہ کشمیر کو سب سے آخر میں کیوں رکھتا ہے۔ ہماری نظر میں سیدھی سی بات ہے کہ اگر کشمیر کو ایجنڈے میں سرفہرست رکھا جائے اور اس کا کوئی حل نکل آئے تب دوسرے مسائل تو خودبخود ہی حل ہو جائیں گے۔ تجارت شروع ہو جائے گی۔ آمدورفت تو روکے نہیں رُکے گی۔ تعلقات خوشگوار ہو جائیں گے تو جنگ کے خطرات دفن ہی ہو جائیں گے۔ اور ہمیں چاہیے ہی کیا؟ گویا اصل مسئلہ ایک ہی ہے، باقی مسائل اُسی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ مسئلہ یعنی مسئلہ کشمیر حل ہو جائے تو دوسرے پاک بھارت مسائل اور تنازعات خودبخود حل ہو جائیں گے۔

ہم نے آغاز میں عرض کیا تھا کہ دو ایٹمی ممالک کے درمیان جنگ کا تصور بھی خوفناک ہے۔ لہٰذا مذاکرات ہی مناسب اور موزوں راستہ ہے۔ لیکن اگر ہم نے مذاکرات کے دوران (کسی بھی مرحلہ پر) اُمت مسلمہ کی واحد ایٹمی قوت ہونے کی اپنی حیثیت کو بھلا دیا اور اپنے وقتی یا عارضی فائدے کے لیے غنیم کے جھوٹے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اپنے افغان طالبان بھائیوں کے خلاف امریکہ کا کسی بھی طرح کا ساتھ دینے کا سوچا تو پھر اس قرآنی حکم ”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دلی دوست (حمایتی اور پشت پناہ) نہ بناؤ“ (المائدہ: 51) کی مخالفت کی پاداش میں ہمیں دنیا و آخرت کا خسارا بھگتنا ہوگا۔ انڈیا ہمیشہ کی طرح مذاکرات سے بھاگ نکلے گا اور امریکہ کا ”ساتواں بیڑا“ کا وعدہ ایک بار پھر ہمارا بیڑا غرق کر دے گا اور آخرت میں بھی ہمیں جواب دینا پڑے گا۔ لہٰذا ہمیں اقبال کا یہ پیغام یاد رکھنا ہوگا ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

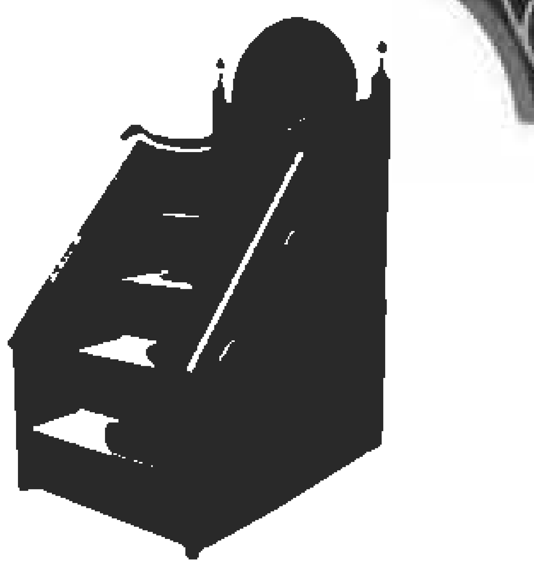

حقیقی علم اور ہدایت

(سورہ النجم کی آیات 29، 30 کی روشنی میں)

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم سورۃ النجم کی آیت 29 اور 30 کا مطالعہ کریں گے۔ زیر مطالعہ سورت میں مشرکین کے باطل عقائد کا رد کیا گیا جو کبھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے رہے تھے اور کبھی بتوں کو سفارشی بنا رہے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ سب ان کا اپنا گمان اور تخمین ہے اور اصل میں یہ حق اور آخرت کو جھٹلانے والے ہیں۔ اسی تناظر میں یہاں فرمایا:

﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ ”تو (اے نبی ﷺ!) آپ اعراض کر لیجیے ہر اُس شخص سے جس نے روگردانی کی ہے ہمارے ذکر سے۔“

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو ہماری یاد سے غافل ہے آپ ﷺ اس سے اعراض کیجیے، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ کا کام دعوت کو پہنچا دینا تھا، اب مزید لوگوں تک بھی دعوت پہنچانے کا کام جاری رہے گا لیکن جو حق کی دعوت پر لبیک کہنے کو تیار نہیں ان کے بارے میں زیادہ فکر مندی کی ضرورت نہیں ہے، یہ اپنے انجام سے دوچار ہو جائیں گے۔ یہاں ذکر سے ایک مراد خود قرآن حکیم بھی ہے اور ایک مراد عمومی اعتبار سے اللہ کی یاد بھی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾﴾ ”اور دنیا کی زندگی کے سوا جسے کچھ مطلوب نہیں ہے۔“ (النجم:29)

بنیادی بات یہی ہے کہ جب آخرت پیش نظر نہ ہو تو انسان بندوں کو کیا خالق کو بھی بھلا دیتا ہے۔ آخرت پیش نظر نہ ہو تو حقوق العباد کیا حقوق اللہ کو بھی پامال کر دیتا ہے، آخرت پیش نظر نہ ہو تو بنیادی انسانی اخلاقیات سے بھی نیچے اتر جاتا ہے۔ سورۃ الماعون میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جو جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور نہ وہ مسکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کرتا ہے۔“

یتیم اور مسکین معاشرے کا کمزور اور نظر انداز کر دیا گیا طبقہ ہوتا ہے، ان کے ساتھ بھلا سلوک کرنا، کھانا کھلانا انسانی اخلاقیات کا بھی تقاضا ہے۔ لیکن جو آخرت کے دن کو جھٹلا رہا ہے وہ ان بنیادی اخلاقیات سے بھی نیچے گر جاتا ہے، وہ بندوں کے حقوق بھی پامال کرتا ہے، رب کے حقوق بھی پامال کرتا ہے۔ لہٰذا یہاں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے کلام، اللہ کی یاد سے روگردانی کر رہے ہیں آپ ﷺ ان سے اعراض کیجیے، ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ یہ صرف دنیا ہی کے طلب گار ہیں۔

مرتب: ابو ابراهیم

یہاں ہمارے لیے بھی راہنمائی ہے کہ ہم بھی اپنا جائزہ لیں کہ ہم نے دنیا ضرورت کے طور پر اختیار کی ہے یا مقصود کے طور پر اور آخرت کو ہم ضرورتاً یاد رکھتے ہیں یا مقصود کے طور پر۔ یہ بنیادی مسئلہ ہے جس پر انسان کو غور کرنا چاہیے۔ یہ جو دنیا پرستی ہے، ظاہر پرستی ہے، دنیا کی کشش ہے، دنیوی اسباب کے اندر ڈوب جانا، مسبب الاسباب کو فراموش کر دینا' یہ بذات خود ایک فریب اور دجل ہے۔ اس کا پردہ سورۃ الکہف میں چاک کیا گیا:

”یقیناً ہم نے بنا دیا ہے جو کچھ زمین پر ہے اسے اس کا بناؤ سنگھار' تاکہ انہیں ہم آزمائیں کہ ان میں کون بہتر ہے عمل میں۔“ (آیت:7)

یہاں کھو جانے کے لیے اللہ نے نہیں بھیجا بلکہ ہماری اصل منزل آخرت ہے' اس کی تیاری کے لیے اللہ نے بھیجا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ جب ہم کسی کی وفات کی خبر سنتے ہیں تو کہتے ہیں: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾﴾ (البقرہ) ”بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف ہمیں لوٹ جانا ہے۔“

اندازہ کیجیے کہ اس جملے میں جانے والے کے لیے کچھ نہیں ہے بلکہ ہمارے لیے یاد دہانی ہے۔ پھر جب ہم جنازے کے موقع پر مرحوم کے لیے دعا کرتے ہیں تو کہتے ہیں:

اللھم اغفر لحینا و میتنا،

یہاں بھی پہلے اپنے لیے مغفرت مانگتے ہیں پھر میت کے لیے مانگتے ہیں۔ اسی طرح جب ہم قبروں پر جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں:

السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا و لکم

اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو اللہ ہماری مغفرت فرمائے اور پھر تمہاری۔

یہاں بھی پہلے اپنے لیے اور پھر فوت شدگان کے لیے مغفرت مانگتے ہیں۔

انتم سلفنا ونحن ... تم ہم سے پہلے جا چکے اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے آنے والے ہیں۔

گویا ہر جانے والا مجھے اور آپ کو Reminder دے کے جا رہا ہے، الارم دے کے جا رہا ہے کہ تم بھی آؤ گے۔ لہٰذا اصل درس ہمارے لیے یہ ہے کہ ہم آخرت کو یاد رکھیں۔ زیر مطالعہ سورت میں مشرکین اور کفار کے باطل عقائد اور خیالات کا ذکر آیا، یہ بھی ذکر آیا کہ یہ تو صرف دنیا کے طلب گار ہیں۔ ہم مسلمان تو ہیں لیکن کیا آخرت ہماری بھی مقصود ہے؟ کسی بزرگ کا بڑا پیارا قول ہے کہ جتنا دنیا میں رہنا ہے اتنا دنیا کی فکر کرو اور جتنا آخرت میں رہنا

ہے اتنی آخرت کی فکر کرو۔ہم دنیا کے لیے لانگ ٹرم منصوبے بناتے ہیں، باپ سالوں سال اپنا پیٹ کاٹ کر بچوں کو پڑھاتا،لکھاتا ہے تاکہ کل وہ کچھ بن جائیں گے تو بڑھاپے کا سہارا بنیں گے۔بیس بیس سال کی اسٹالمنٹ فاقے کاٹ کرکرتے ہیں کہ بیس سال گزارا کرلیں پھر گھر اپنا ہوجائے گا۔لیکن جب مرتے ہیں تو سب ادھر ہی چھوڑ جاتے ہیں۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لیے کوئی منصوبہ بندی کی؟ایک مسلمان معاشرے میں دنیا کی لالچ میں کیا کچھ ہورہا ہے۔سینٹ کے الیکشن میں سرے عام قوم کا اعتماد بیچا گیا۔نیچے سے لے کراوپر تک کرپشن ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ کوئی سوپچاس کی کرپشن کرتا ہے،کوئی لاکھوں کی اور کوئی اربوں کی۔اصل مسئلہ یہی ہے کہ دنیا مقصود ہے آخرت پیشِ نظر نہیں ہے۔حالانکہ دنیا تو بہت ہی شارٹ ٹرم ہے جبکہ آخرت لانگ ٹرم ہے۔قرآن کہتا ہے:

’’اور یہ دنیا کی زندگی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف دھوکے کا سامان ہے۔‘‘ (آل عمران:185)

اور آخرت کیا ہے:

’’اور آخرت کا گھر ہی یقیناً اصل زندگی ہے۔کاش کہ انہیں معلوم ہوتا!‘‘ (العنکبوت:64)

لہٰذا عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ جتنا دنیا میں رہنا ہے اتنی دنیا کی فکر کرو اور جتنا آخرت میں رہنا ہے اتنی آخرت کی فکر کرو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے مراحل کے لیے تیاری کرے۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کا یقین اور اس کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔یہ جمعہ کے دو گھنٹے کا مسئلہ نہیں ہے،یہ صرف پانچ وقت کی نماز کا مسئلہ نہیں ہے۔یہ ہمارا اصل مسئلہ ہے،قرآن کہتا ہے:

’’اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔‘‘ (آل عمران:102)

سورۃ الحجر میں اللہ نے حکم فرمایا:

’’اور اپنے رب کی بندگی میں لگے رہیں یہاں تک کہ یقینی شے وقوع پذیر ہوجائے۔‘‘ (الحجر:99)

یقینی شے سے مراد یقینی بات ہے یعنی موت۔یہ دنیا میرا اور آپ کا بہت ہی شارٹ ٹرم،ٹمپریری ایشو ہے،جبکہ آخرت لانگ ٹرم ایشو ہے۔ اِدھر آئے ہیں اُدھر جانے کے لیے۔لہٰذا جو ادھر ہی کھو گئے ہیں ان کے لیے حکم آیا کہ آپ ﷺ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔آگے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ﴾ (النجم:30) ’’یہ ہے ان کے علم کی رسائی کی حد۔‘‘

ابوجہل، جاہل تھوڑا ہی تھا، وہ قبیلے کا سردار بھی تھا اور وہاں کی پارلیمنٹ (جس کو دارالندوۃ کہا جاتا تھا) کا چیف بھی تھا۔جیسے ہمارے ہاں پارلیمنٹ میں بڑے فیصلے ہوتے ہیں ایسے ہیں ابوجہل بھی بڑے بڑے فیصلے کرتا تھا۔اس کا اصل نام عمرو بن ہشام تھا لیکن کنیت ابوالحکم تھی۔ یعنی حکمت ودانائی والا شخص۔لیکن جب اس نے کھڑے ہو کر وحی کا انکار کیا تو اس کے بعد یہ ابوجہل قرار پایا۔

جب آپ وحی کے مقابلے میں کھڑے ہوں، وحی کی تعلیم کا انکار کریں، تمہارا سارا علم، تمہارا نظریہ، تمہارا نظام وحی کے خلاف جارہا ہو تو قرآن کہتا ہے کہ تم جہالت کے راستے پر ہو۔آج دنیا نے بڑی بڑی دریافتیں کرلیں۔ مریخ پر جارہے ہیں۔وہاں کی مٹی کا تجزیہ ہورہا ہے۔ روس نے کہا ہم سپیس کے اندر گئے، ہم نے یونیورس کو دیکھا ہے اور ہم ایکسپینڈنگ یونیورس تک پہنچے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم نے خدا کو کہیں نہیں دیکھا۔آج لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے بلیک ہولز کو بھی دیکھ لیا، بلیک ہولز میں بڑی بڑی گیلیکسیز کو ختم ہوتے دیکھ لیا، وہاں کی تصاویر بھی آنا شروع ہوگئیں۔سب کچھ بھی اگر مل گیا لیکن جس نے اس عظیم کائنات کو تخلیق کیا اس کا کوئی سرا آپ کو نہیں ملتا تو اس سے بڑی جہالت اور کیا ہوگی؟ یہ ساری ترقی اور ساری تحقیق کس کام کی؟ اسی لیے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ﴾ ’’یہ ہے ان کے علم کی رسائی کی حد۔‘‘

یعنی یہی ان لوگوں کے علم کی معراج ہے کہ انہوں نے دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ اسی دنیا کے اندر

پریس ریلیز 26مارچ 2021ء

پاک بھارت مذاکرات میں مسئلہ کشمیر کو ترجیحِ اوّل حاصل ہونی چاہیے

شجاع الدین شیخ

پاک بھارت مذاکرات میں مسئلہ کشمیر کو ترجیحِ اوّل حاصل ہونی چاہیے۔یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔اُنھوں نے کہا کہ اندرونی یا بیرونی حالات کی وجہ سے بھارت پر جب بھی مشکل وقت آتا ہے تو وہ پاکستان سے مذاکرات کے لیے آمادگی کا اظہار کردیتا ہے۔اُنھوں نے کہا کہ بھارت کی موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ ایک طرف تو کسانوں کی تحریک نے حکومت کو مفلوج کر رکھا ہے اور دوسری طرف بھارت پر شدید امریکی دباؤ ہے کہ افغانستان میں حالات کے پیشِ نظر امریکہ کو پاکستان کے تعاون کی شدید ضرورت ہے لہٰذا بھارت پاکستان سے اپنے تعلقات کو نارمل کرے تاکہ افغانستان میں پاکستان کا تعاون حاصل کیا جاسکے۔امیر تنظیم نے کہا کہ ہم ہمیشہ مذاکرات کے حق میں رہے ہیں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ بھارت پاکستان سے مذاکرات کو ہمیشہ اپنا مشکل وقت ٹالنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔اُنھوں نے کہا کہ اگر یہ مذاکرات طے پا جاتے ہیں تو مسئلہ کشمیر کو مذاکرات کے ایجنڈے میں سرفہرست ہونا چاہیے۔ہم سمجھتے ہیں کہ اگر مسئلہ کشمیر منصفانہ طور پر حل ہوجاتا ہے تو اس سے پاک بھارت کشیدگی کی بنیادی وجہ ختم ہوجائے گی اور باقی تمام مسائل آسانی سے حل کیے جاسکیں گے، تب پاکستان اور بھارت اچھے ہمسائیوں کی طرح رہ سکیں گے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

کھو گئے ہیں۔ دنیا میں تو چرند بھی ہیں، پرند بھی ہیں، حیوان اور حشرات الارض بھی ہیں۔ لیکن قرآن کہتا ہے:

''اور اُس نے مسخر کر دیا تمہارے لیے اپنی طرف سے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر سے کام لیں۔'' (الجاثیۃ:13)

یعنی اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے اسے اللہ نے انسان کے لیے بنایا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کا مقصد اس سے کہیں بہت بڑا ہے کہ وہ اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے۔ اس کائنات کو اللہ نے انسان کے لیے بنایا اور انسان کو اپنے لیے بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر صرف اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔'' (الذاریات:56)

انسان کو خلافت دے کر زمین پر بھیجا گیا۔ وہ اس زمین پر اللہ کا نمائندہ بنے۔ پہلے انبیاء ورسل اللہ کے خلفاء تھے۔ پھر محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہوئی تو اس کے بعد خلافت مسلمان اُمت کو عطا کی گئی۔ یعنی اس کا اصل کام نبیوں والا کام ہے کہ حق کی دعوت دے، اللہ کی زمین پر اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کرے اور خلافت کا نظام قائم کرے تا کہ انسان انسانوں کی حاکمیت سے آزاد ہو جائیں اور اس دھرتی پر اللہ کے حکم کے سوا کسی کا حکم نافذ نہ ہو۔ قرآن تین مرتبہ فرماتا ہے:

﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ (الانعام:57، یوسف:40،67)

''فیصلے کا اختیار کسی کو نہیں سوائے اللہ کے۔''

اس کو قائم کرنے کے لیے محمد مصطفی ﷺ بھیجے گئے۔ قرآن میں تین مرتبہ یہ الفاظ آیا:

''وہی تو ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق دے کر تا کہ غالب کر دے اسے کل کے کل دین (نظامِ زندگی) پر''۔ (التوبۃ:33، الفتح:68، الصف:9)

یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا مشن ہے۔ زیر مطالعہ آیات میں کافروں اور مشرکوں کی بات آئی کہ ان کی رسائی بس دنیا کی حد تک ہے۔ ہم بھی سوچیں کہ کیا صرف دنیا ہی ہمارا مطلوب ہے یا اس سے بڑھ کر بھی ہمارا کوئی مشن ہے۔ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اپنی خلافت عطا فرما کر زمین پر بھیجا۔ خصوصاً مسلمانوں کے لیے فرمایا گیا:

﴿ھُوَ اجۡتَبٰىكُمۡ﴾ ''اُس نے تمہیں چُن لیا ہے'' (الحج:78)

اللہ نے پہلے آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک سوا لاکھ کے قریب انبیاء ورسل کو چنا۔ اب ختم نبوت کے بعد اس اُمت کو چنا کہ تم نے اللہ کی دھرتی پر اللہ کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنی ہے۔ چھوٹے کام کے لیے اللہ نے مجھے اور آپ کو نہیں بھیجا۔ آج کوئی کلمہ پڑھ کے مطمئن ہو گیا کہ بس اس کی ذمہ داری پوری ہو گئی تو یہ اس کی بھول ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا مبارک خون اللہ کی راہ میں طائف اور اُحد میں بہتا ہے۔ اُحد میں زخموں کی تاب نہ لا کر بے ہوشی طاری ہوتی ہے۔ ہجرت کے مصائب جھیلے ہیں، غارِ ثور میں محصور ہوئے ہیں، اپنے گھر اور وطن کو چھوڑنا پڑا ہے۔ آپ ﷺ ستر صحابہؓ کی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں اور آج مسلمان کلمہ پڑھ کر مطمئن ہو کر بیٹھ جائے یا جمعہ کی دو رکعت پڑھ کر مطمئن ہو کر بیٹھ جائے کہ فرض پورا ہو گیا۔ کس قدر عجیب بات ہے؟ یہ آج ہمارا بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ہم نے دین کو کہاں تک محدود کر دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا ایک حقیقت ہے لیکن یہ الحقیقت نہیں ہے بلکہ یہ گزرنے کا مقام ہے۔ اصل زندگی آخرت کی ہے۔ یہاں رہ کر آخرت کی فکر کرنی ہے۔ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں۔ خود اللہ کے بندے بننے، اللہ کی بندگی کی دعوت دوسروں کو دینے اور اللہ کی بندگی پر مبنی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنے کی بہت بڑی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰى ۝۳۰﴾ (النجم) ''یقیناً آپ (ﷺ) کا ربّ خوب جانتا ہے ان کو بھی جو اُس کی راہ سے بھٹک گئے ہیں اور وہ خوب جانتا ہے ان کو بھی جو ہدایت پر ہیں۔''

دنیا پرست حق والوں کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ پاگل ہو گئے ہیں، گمراہ ہو گئے ہیں، ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مشرکین مکہ صحابہ کرامؓ کو، جو انبیاء علیہم السلام کے بعد مقدس ترین جماعت ہے، کہتے تھے: ''ان کے دین نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا'' یہ کن چکروں میں پڑے ہوئے ہیں، باپ دادا کے دین کو انہوں نے چھوڑ دیا۔ ان کو فکر ہی کوئی نہیں ہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر کھجور کی فصل تیار تھی۔ اگر نہ اتاری جائے تو سال بھر کا مالی نقصان ہوتا ہے۔ لیکن جب دین کی جدوجہد کی بات آجائے تو فصل چھوڑنی پڑتی ہے۔ اگر جنت میں بڑی فصل چاہیے تو پھر دنیا کی چھوٹی فصل کبھی چھوڑنی بھی پڑے گی۔ جب بھی یہ فصلیں چھوڑی جاتی ہیں، جب یہ گھر بار چھوڑے جاتے ہیں، جب یہ کیریئرز چھوڑے جاتے ہیں، جب کبھی یہ کاروبار کی قربانی دی جاتی ہے تو دنیا پرست کہتا ہے: یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، یہ Fanatics ہو گئے ہیں، ان کو تو زمانے کی پرواہ ہی نہیں ہے، ان کو تو اپنے گھر والوں کا کوئی احساس ہی نہیں ہے۔ لیکن جب کوئی ڈالر کمانے ملک چھوڑ کر بیرون ملک جاتا ہے، بوڑھے ماں باپ ادھر سڑ رہے ہیں، بیوی بچے ادھر ہیں اس وقت کسی کو حقوق العباد یاد آتے ہیں؟ بے شک حلال کمانا فرض ہے لیکن جنت کمانا پوری زندگی کا فرض ہے۔ کیا محمد رسول اللہ ﷺ نے گھر نہیں چھوڑا تھا، کیا اماں خدیجہ ؓ کی چلتی ہوئی تجارت نہیں چھوڑی تھی؟ رسول اللہ ﷺ روتی آنکھوں سے بیت اللہ کو چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ گئے ہیں۔ قربانی دیے بغیر تو دنیا کے کام نہیں ہوتے، دین کا کام کیسے ہو سکے گا۔ اللہ کہتا ہے:

''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے۔ اور (اے نبیؐ) بشارت دیجیے ان صبر کرنے والوں کو۔ وہ لوگ کہ جن کو جب بھی کوئی مصیبت آئے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف ہمیں لوٹ جانا ہے۔ یہی ہیں وہ لوگ کہ جن پر اُن کے ربّ کی عنایتیں ہیں اور رحمت۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

(البقرۃ:155 تا 157)

ثمرات میں پیداوار بھی ہے، کبھی پکی ہوئی فصلیں بھی ہوں گی، کبھی چمکتی ہوئی تجارت بھی ہو گی، کبھی اچھی جاب کا کیریئر ہو گا، کبھی کوئی پراجیکٹ یا ڈیل فائنل ہونے کا معاملہ بھی ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ چھوڑنا پڑے گا۔ ان پر صبر کرنا پڑے گا۔ اللہ فرما رہا ہے کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں جو کبھی خوف، بھوک اور جان، مال، کیریئر، اپنے پروفیشن، اپنے بزنس اور اپنی پیداوار کے نقصان تک کو جھیلنے کے لیے تیار رہیں۔ ہمیں دل سے دعا کرنی چاہیے:

﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۝﴾ (آمین!)

''(اے ربّ ہمارے!) ہمیں ہدایت بخش سیدھی راہ کی۔ راہ اُن لوگوں کی جن پر تیرا انعام ہوا جو نہ تو مغضوب ہوئے اور نہ گمراہ۔''

اللہ تعالیٰ گمراہی کی ہر شکل سے ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہدایت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha1@yahoo.com

16

حضورِ حق _ 5 _ (I)

دل از دستِ کسے بردن نداند
غم اندر سینہ پروردن نداند
دمِ خود را دمیدی اندراں خاک
کہ غیر از خوردن و مردن نداند!

ترجمہ آج کا مسلمان اپنے (حسن اخلاق اور نظریاتی برتری کے) مثبت رویوں سے کسی کا دل موہ لینا نہیں جانتا، اپنے اسلامی نظریے، اللہ سے محبت اور عشق رسول ﷺ کا جذبہ سینہ میں پالنا نہیں جانتا، میں نے اپنی شاعری کے ذریعے (تازہ خیالات و احساسات) اس کے بدن میں پھونکنے کی کوشش کی (مگر اکثر بے سود) یہ غلام ابن غلام ابن غلام مسلمان نام کے افراد کا مجموعہ قوم کھانے اور مرجانے کے سوا کچھ نہیں جانتی۔

تشریح دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بیماریاں اُتاری ہیں اور ہر مرض کا علاج بھی پیدا فرمایا ہے کہ یہ خالق ومخلوق اور رب اور انسان کے رشتہ کا منطقی تقاضا ہے مگر یہ علاج تب فائدہ دیتا ہے جب مریض اپنے مرض کو مرض سمجھے اور اس سے نجات کی فکر کرے اور کسی 'دانا' انسان سے اس کا علاج پوچھے۔ مگر آج کے جنوبی ایشیا کی مسلمان قوم دو صدیوں کی منحوس برطانوی سامراج کی غلامی (جو بنی اسرائیل کی فرعون کی غلامی سے بدتر تھی) میں اس قدر حواس کھو چکے ہیں، اچھے برے کی پہچان ختم کر چکے ہیں، خودی بیچ چکے ہیں اور اپنے نظریہ پر زندہ رہنے کا حق بھی بھول چکے ہیں۔ سامراجی طاقتیں جو سیکولر لبرل اور حیوانیت کا پرچار چاہتی ہیں اور محکوموں کو حیوان بنا کر رہنا سکھا رہی ہیں، طرفہ تماشا یہ ہے کہ وہ اپنے نظریات میں ڈارون وفرائڈ کے خیالات میں کھو کر خود حیوانیت کی سطح تک گر گئے ہیں۔
جب آدمی اپنے آپ کو حیوان سمجھے اور خودی مرجائے، انسان بے ضمیر ہو جائے تو انسان اور حیوان میں شکل کا فرق رہ جاتا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ پھر انسان اپنے آپ کو ترقی یافتہ ہی سمجھنے لگتا ہے اور رہن سہن کے CLASSICAL طریقے حیوانوں سے سیکھنے میں 'ماڈرن' ہونے کی دلیل سمجھتا ہے۔ اس سطح پر آ کر پھر انسان میں حیوانیت آ ہی جاتی ہے حیوانوں میں کوئی لباس کا تصور نہیں، حیوانوں میں رشتوں کی تمیز نہیں، حیوانوں میں ضمیر (CONSCIENCE) یعنی نیکی بدی کی تمیز کا احساس نہیں (بیل چوری کے چارے میں اور مالک کے اپنے کھیت کے چارے میں فرق نہیں کر سکتا)، زندگی کا اپنا کوئی مقصد نہیں، ماحول اور مقتدر سامراج جدھر چاہے ادھر سے چل پڑے۔ آج کا جدید تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان مغربی تعلیم حاصل کر کے اس حیوانی سطح تک آ چکا ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں میں نے اس قوم کو اپنی شاعری سے جگانے اور آزادی کی تڑپ دینے کی کوشش کی مگر بے سود (IT IS NO USE WHIPPING A DEAD HORSE) قرآن مجید ایسے زندہ کھاتے پیتے انسان کو مردہ اور چلتی پھرتی لاشیں قرار دیتا ہے۔

حضورِ حق _ 5 _ (II)

دلِ ما از کنارِ ما رمیدہ
بصورت ماندہ و معنی ندیدہ
ز ما آں راندۂ درگاہ خوشتر
حق او را دیدہ و ما را شنیدہ

ترجمہ میرے سینے سے میرا (حقیقی) دل نکل گیا ہے (وہ دل جسے بعض اہل علم INNER VOICE اور انگریزی میں CONSIENCE کہتے ہیں) آج مسلمان کا دل ظاہری طور پر سینے میں ہے مگر درحقیقت وہ جانور کے دل کی طرح کا ایک خون پمپ کرنے کا آلہ ہے اور اپنی حقیقت سے ناواقف ہے۔ (ابلیس اللہ کی حکم عدولی کر کے آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے دھتکارا گیا) مگر وہ اللہ سے ہم کلامی کے بعد نافرمانی کر کے بلکہ چیلنج کر کے صدیوں سے آج تک اس پر قائم ہے اور کامیاب ہے مگر انسان بھی بے ضمیر ہو کر راندۂ درگاہ ہوا ہے اور حق سے دور بھی ہے اور حق ناشناس بھی۔ اللہ کو دیکھا بھی نہیں اور دھتکارا ہوا بھی ہے۔

تشریح اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق فرمایا ہے اور اشرف المخلوقات بنایا ہے اور خاص مقصد کے ساتھ دلِ حق شناس دے کر اور اعلیٰ قوائے جسمانی اور روحانی اٹھان کے مواقع سے فائدہ اٹھانے کے جذبے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر انسان اپنے مقصد تخلیق کو یاد رکھے تو اس آسمان وزمین کے مقابلے میں ذرا سی مخلوق کا بھی 'بڑا درجہ' ہے مگر اپنے مقصد تخلیق کو بھول جائے تو یہی انسان مردہ ضمیر، چلتی پھرتی لاش اور اسفل السافلین کے درجے تک گر جاتا ہے۔ انسان اور ابلیس کا مقابلہ ہے دونوں ایک دوسرے کو ناکام کرنے کی کوشش میں ہیں۔ عصر حاضر میں بظاہر ابلیس جیت رہا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ابلیس نے بہت پہلے اللہ سے پھڈا ڈال کر اپنے لیے جو راستہ چنا وہ اس پر کاربند ہے اور کبھی اس سے غافل نہیں ہوا، حالیہ مغربی تہذیب کے نتیجے میں وہ اپنا کام ایک قابل مینجر کی طرح دوسروں کو سپرد کر کے خود اطمینان سے بیٹھ کر نگرانی کر رہا ہے۔ جب کہ ہم مسلمان پیغمبروں کے کام اور حضرت محمد ﷺ کی رحمتہ للعالمینی کے امین ہو کر، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی موعودہ مدد کے باوجود ابلیسی نظام کا حصہ بننے پر خوش ہیں۔ اُس کو دراصل اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر عین الیقین حاصل ہے اور ہمارے لیے دینی حقائق اور اللہ تعالیٰ کا وجود ایک شنید سے 'زیادہ' نہیں ہے۔ دل سے اسلام، شعائر اسلام، آخرت، قرآن، حضرت محمد ﷺ اور آپ کے نورانی طریقوں اور صحابہ عظام ؓ کے جذبہ فدویت و جہاد وغلبہ اسلام کی طرف کوئی حقیقی کشش محسوس نہیں کرتے۔ (اے اللہ! عصر حاضر کے ان مسلمانوں کی حالت قابل رحم ہے، تو رحم فرما، آمین)

افغان طالبان کی بیس سال کی جدوجہد صرف اسلامی حکومت کے لیے ہے۔ وہ نہ تو کسی سیکولر حکومت کا حصہ بنیں گے اور نہ ہی افغانستان میں کوئی بیرونی مداخلت قبول کریں گے: ایوب بیگ مرزا

جو بائیڈن کا نیا امن منصوبہ دراصل افغان مسئلے کو طول دینے اور مزید اُلجھانے کے لیے ہے تاکہ خطے میں جنگ کے شعلے بھڑکتے رہیں۔ اسی میں امریکہ کو اپنا مفاد نظر آتا ہے: رضاء الحق

میزبان: وسیم احمد

جو بائیڈن کی نئی افغان پالیسی کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: امریکی وزیر خارجہ نے افغانستان میں قیام امن کے لیے کون سا نیا منصوبہ پیش کیا؟

رضاء الحق: امریکی وزیرخارجہ Anthony Blinken نے ایک خط افغانستان کے صدر اشرف غنی اور چیف ایگزیکٹو عبداللہ عبداللہ کو لکھا ہے۔ یہ خط افغانستان کی ٹولو نیوز ایجنسی نے لیک کیا۔ جہاں تک افغانستان میں قیام امن کے منصوبے کی بات ہے تو پہلے ہمیں اس کی تاریخ دیکھنی ہوگی۔ افغان امن مذاکرات کی بات پہلی بار اوبامہ دور میں سامنے آئی۔ پھر 2016ء میں اوبامہ دور ہی میں امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن نے پیوٹ آف ایشیا پالیسی پیش کی کہ اب ہمارا فوکس ایشیا پر ہوگا۔ اس پالیسی کے مطابق ان کا منصوبہ چین، روس، انڈیا، پاکستان، افغانستان کے علاوہ اسرائیل سمیت مشرق وسطیٰ کے ممالک کے گرد گھومتا تھا۔

افغان طالبان کے ساتھ مذاکرات ٹرمپ دور میں کھل کر شروع ہوئے۔ ٹرمپ کی پالیسی تھی کہ وہ مذاکرات کے ذریعے وہاں امن قائم کریں۔ چنانچہ بالآخر فروری 2020ء میں دوحہ میں افغان امن معاہدہ طے پا گیا۔ لیکن امریکہ میں موجود hawks اور نیو کانز لابی پہلے دن سے ان مذاکرات سے خوش نہیں تھی۔ حالانکہ زلمے خلیل زاد امریکہ کی طرف سے ان مذاکرات کو لیڈ کرتا رہا اور اس حوالے سے مختلف ممالک کا دورہ بھی کیا۔ ان مذاکرات میں افغان کٹھ پتلی حکومت موجود ہی نہیں تھی۔ زلمے خلیل زاد ڈیپ سٹیٹ کا نمائندہ ہے اور وہ اب بھی ان مذاکرات کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا ہے۔ جب 2001ء میں امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تھا تو اس وقت زلمے خلیل زاد افغانستان میں امریکہ کا سفیر تھا۔ جس وقت امریکہ نے 2003ء میں عراق پر حملہ کیا تو وہ عراق میں امریکی سفیر تھا۔ اس کی بیوی شیرل برنارڈ نہ صرف رینڈ کارپوریشن کی اعلیٰ عہدیدار ہے بلکہ مشہور رپورٹس بھی مرتب کر چکی ہے۔ بہرحال دوحہ امن معاہدے میں جو باتیں طے کی گئیں تھی بعد میں پتا چلا کہ ان پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ اب ٹرمپ رجیم چلا گیا اور اس کی جگہ جو بائیڈن آ گیا لیکن ڈیپ سٹیٹ وہیں پر موجود ہے۔ وہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

پہلے بھی نہیں چاہ رہی تھی کہ یہاں پر کوئی امن معاہدہ ہو اور وہ اب بھی نہیں چاہ رہی چاہے وہاں پر کسی طرح کے خط یا اس کے مندرجات سامنے آ رہے ہوں اور اگر ہم خط کے مندرجات کو پڑھتے ہیں تو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ بنیادی طور پر ایک تاخیری حربے اور اس علاقے کے اندر مزید انتشار پھیلانے کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ امریکی وزیر خارجہ نے اس خط میں نئے روڈ میپ کے مطابق چار باتوں کا ذکر کیا۔ پہلی بات یہ تھی کہ وزرائے خارجہ کی سطح پر بات چیت ہونی چاہیے جس میں امریکہ سمیت روس، پاکستان، انڈیا، چین، ایران کے وزراء خارجہ شامل ہوں۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح سیز فائر اور سیٹلمنٹ کرواؤ اور متحدہ حکومت کی طرف جاؤ۔ وہ افغان طالبان کو کہہ رہے ہیں کہ امارت اسلامیہ افغانستان کی بات کرنا چھوڑ دیں۔ یعنی ایک عوامی حکومت بنائیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ افغان طالبان اور افغان حکومت کے سینئر لوگوں کے مذاکرات انقرہ (ترکی) میں ہونے چاہئیں۔ ترکی نے بھی حامی بھر دی ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ نوے دن کے لیے وائیلنس ریڈیکشن کا فارمولا طے کیا جائے۔ یعنی افغان طالبان امریکیوں اور افغان فورسز کے خلاف کارروائیاں بند کر دیں اس کو وہ وائیلنس کہتے ہیں اور جو امریکہ کارروائیاں کرتا ہے وہ وائیلنس نہیں ہوتا؟ کیونکہ امریکہ سمجھتا ہے کہ ہم یہاں پر جائز طور پر موجود ہیں۔ امریکہ ایسے تاخیری حربے دو تین مرتبہ پہلے بھی استعمال کر چکا ہے۔ اس خط میں انہوں نے بظاہر اشرف غنی کو دھمکی دی ہے کہ اگر اشرف غنی حکومت افغان طالبان کے ساتھ مل کر حکومت نہیں بناتی تو پھر افغان طالبان تم پر چڑھائی کر دیں گے اور ہم تمہاری مدد نہیں کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاہ رہے ہیں کہ اس علاقے میں انتشار کسی نہ کسی طریقے سے پھیلے۔ امریکہ کی شروع سے یہی پالیسی ہے۔ اسی لیے انڈیا کو بھی اب دوبارہ شامل کیا جا رہا ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ افغان طالبان اور پاکستان اس چیز کو قبول نہیں کریں گے۔ ایسی صورت حال میں معاملہ آگے نہیں بڑھے گا اور وہاں پر افراتفری پھیلی رہے گی۔ نیویارک ٹائمز کے ایک مضمون کے مطابق امریکہ نے دوحہ معاہدے میں طے شدہ تعداد سے بہت کم فوجی دستے افغانستان سے واپس بلائے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ کے بہت بڑی تعداد میں فوجی وہاں موجود ہیں اور امریکہ یہ جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے کہ ہم نے بہت سارے فوجی نکال لیے ہیں۔ بہرحال یہ نیا منصوبہ افغان جنگ کو مزید طول دینے اور الجھانے کے لیے بنایا جا رہا ہے تاکہ اس پورے خطے میں جنگ کے شعلے مزید بھڑکتے رہیں اور امریکہ اس کے لیے کوشاں ہے۔

سوال: امریکی حکومت افغان حکومت کو قیام امن کے لیے لکھے گئے خط کو لے کر تذبذب کا شکار کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اصل میں یہ خط ڈیپ سٹیٹ کے منصوبوں کی عکاسی کرتا ہے کہ اس کے منصوبے کیا ہیں۔ میری نظر میں ٹرمپ کو نکالنے اور جو بائیڈن کو لانے میں یہی حکمت تھی کہ ٹرمپ ڈیپ سٹیٹ والوں کی لائن پر نہیں چل رہا تھا بلکہ وہ ان کی سوچ کے برعکس افغانستان سے فوجوں کا جلد انخلا چاہ رہا تھا۔ اس وقت سارے معاملات دوحہ معاہدے کے برعکس سامنے آ رہے ہیں، پہلے مذاکرات میں بھارت کا ذکر نہیں تھا لیکن اب اس کو بھی شامل کیا جا رہا ہے۔ اصل میں امریکہ سمجھتا ہے کہ میں خطے کا بادشاہ ہوں میری مرضی کے بغیر کیا ہو سکتا ہے؟ امریکہ کی یہ بات اس وقت کسی حد تک درست تھی جب امریکہ نے سوویت یونین کو شکست وریخت سے دوچار کیا تھا۔ مغرب پہلے ہی امریکہ کے ساتھ تھا، چین کی تب زیادہ حیثیت نہیں تھی۔ اُس وقت واقعتاً یہ کہا جا سکتا تھا کہ امریکہ واحد طاقت ہے جس کے راستے میں کوئی نہیں آ سکتا۔ اصل میں امریکہ کے ذہن سے یہ خناس ابھی بھی نہیں نکل رہا حالانکہ اس خطے میں اس کی طاقت اور اثرورسوخ وہ نہیں رہا جو آج سے بیس سال پہلے تھا۔ اب اس کے مقابلے میں ایک قوت بڑے زوردار انداز میں ابھری ہے اور وہ ہے چین جو امریکہ کی چائنہ گھیراؤ پالیسی کے باوجود ایک طاقت بن کر اُبھرا ہے۔ لہٰذا اب امریکہ کی وہ حیثیت نہیں رہی کہ وہ سمجھے کہ میری مرضی کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ مذکورہ خط سے امریکہ کی ایک تو یہ غلط فہمی ظاہر ہوتی ہے۔ یا اگر امریکہ کو یہ غلط فہمی نہیں بھی ہے تو تب بھی وہ چاہتا ہے کہ خطے میں انتشار اور خونریزی برقرار رہے تاکہ اگر امریکی مفادات پورے نہیں ہوتے تو کوئی اور بھی یہاں دخل نہ دے سکے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس خط میں اشرف غنی کو بھی ایک دھمکی دی گئی ہے لیکن اصل میں امریکہ اس کو ایک مضبوط سٹیک ہولڈر بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔

سوال: اس خط کا ردعمل کیسا آیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان کی وزارت خارجہ نے ایک بیان تو دیا ہے البتہ خط کا حوالہ نہیں دیا۔ افغانستان کے حوالے سے پاکستان کے دو مفاد ہیں۔ ایک یہاں انڈیا کی کوئی مداخلت نہیں ہونی چاہیے جو بڑی جائز اور درست بات ہے۔ دوسرا پاکستان یہ چاہتا ہے کہ افغانستان میں جو بھی حکومت آئے وہ پرو پاکستان ہو، وہ پرو انڈیا نہ ہو۔ لہٰذا وزارت خارجہ نے اپنے بیان میں خط کا ذکر تو نہیں کیا لیکن انڈیا کی شرکت پر شدید اعتراض کیا ہے۔

سوال: زلمے خلیل زاد پاکستان میں آرمی چیف سے ملا اور اس نے کیا بات کی؟

ایوب بیگ مرزا: زلمے خلیل زاد کہنے کو تو افغانی ہے لیکن اصل میں وہ امریکیوں سے بڑھ کر امریکی ہے۔ وہ ڈیپ سٹیٹ کا نمائندہ ہے اور ڈیپ سٹیٹ جس طرح اسے کہتی ہے وہ اسی طرح کرتا ہے۔ کیونکہ ٹرمپ کے جانے اور جو بائیڈن کے آنے سے زلمے خلیل زاد کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اس کو امریکیوں اور یہودیوں کا مفاد زیادہ عزیز ہے۔ افغانستان میں مختلف خفیہ ایجنسیاں کام کر رہی ہیں۔ را، سی آئی اے اور موساد وغیرہ بہت سرگرم ہیں اور معاملات کو امریکہ اور اسرائیل کے حوالے سے آگے بڑھانا چاہتی ہیں۔ اس لیے انڈیا کو آگے کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاملہ امن کی طرف نہیں جائے گا۔

> ٹرمپ کو نکالنے اور جو بائیڈن کو لانے میں یہی حکمت تھی کہ ٹرمپ ڈیپ سٹیٹ کی لائن پر نہیں چل رہا تھا بلکہ وہ اس کے برعکس افغانستان سے فوجوں کا جلد انخلاء چاہ رہا تھا۔

سوال: معاہدے کی رو سے کیا مئی 2021ء میں تمام امریکی فوجیوں کا انخلاء ہو جائے گا؟

رضاء الحق: امریکہ یہ کبھی نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ امریکہ یہاں آیا ہی اسی وجہ سے تھا کہ وہ اور اس کے اتحادی خطے میں بالادست رہیں تاکہ اس علاقے میں امریکہ کی سپرمیسی برقرار رہے۔ دوسرا فیکٹر اسرائیل بھی ہے۔ اس کے بھی اس خطے سے مفادات وابستہ ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس کو اس خطے سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔ تیسرا فیکٹر چین اور روس ہیں جن کو کنٹرول کرنے کے لیے امریکہ یہاں رہے گا۔ چوتھا فیکٹر معدنیات ہیں جن کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پھر اسلام بھی ایک فیکٹر ہے کیونکہ افغان طالبان نے یہاں اسلامی شریعت کو نافذ کیا ہوا تھا۔ جس کی برکات تھیں اور دنیا کو معلوم ہو رہا تھا کہ افغانستان میں اسلامی نظام کی وجہ سے کتنا امن ہے۔ چنانچہ انہوں نے nip the evil in the bud کے مصداق اسلامی حکومت کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا۔ جو بائیڈن کی ٹیم میں ایسے لوگ ہیں جو یہودی لابی کے ہیں اور ہاکس ہیں۔ یعنی یہودیوں کو پسند بھی کرتے ہیں اور ان کے لیے لڑتے بھی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ٹرمپ دور کے آخر میں امریکہ نے دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی شروع کر دی تھی۔ امریکی فضائیہ نے افغان طالبان پر حملے بھی شروع کر دیے تھے جو کہ اس معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ پھر افغان طالبان کی انہوں نے جو شرائط مانی تھیں بالخصوص اسلامی حکومت کا دوبارہ قیام اور سارے امریکی فوجیوں کا انخلاء وغیرہ ان سے بھی وہ پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے تھے۔ جبکہ افغان طالبان کی بیس سال کی جدوجہد ان دونوں مقاصد کے لیے ہے۔ ان دونوں چیزیوں پر افغان طالبان کبھی سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ پھر امریکہ نے جس طرح یہاں انوسٹمنٹ کی ہوئی ہے اور بیسز بنائے ہوئے ہیں اور جس طرح اس نے یہاں انفراسٹرکچر بنایا ہوا ہے یعنی آئندہ کی پلاننگ کی ہوئی ہے اس سے لگتا یہی ہے کہ وہ یہاں بھی امن چاہتا ہی نہیں تھا۔ بہرحال یہ بات کہنا اب بعید از قیاس نہیں ہے کہ امریکہ اپنے معاہدوں کی پاسداری نہیں کرے گا۔

سوال: چار ممالک کے اتحاد ''کواڈ'' کے درپردہ مقاصد اور اہداف کیا ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: یہ اصل میں quadrilateral security dialogue کا مخفف ہے۔ یعنی چار ممالک کا اتحاد، جن میں امریکہ، جاپان، بھارت اور آسٹریلیا شامل ہیں۔ اگر ان ملکوں کے ناموں پر غور کریں تو اس اتحاد کی وجہ سامنے آ جائے گی۔ ان میں سے امریکہ تو ہوا بادشاہ، اس نے تو ہر جگہ ٹانگ اڑانی ہے۔ آسٹریلیا اور جاپان کا چین سے سمندری تعلق ہے اور بھارت کا چین سے زمینی تعلق ہے۔ یعنی بادشاہ امریکہ ایک طرف جاپان اور آسٹریلیا کی مدد سے چین کا سمندری گھیراؤ اور محاصرہ کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے وہ اپنے بحری بیڑوں سمیت خود بھی موجود ہو گا اور دوسری طرف بھارت کے ذریعے چین کا زمینی گھیراؤ کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ بھارت جب گھیراؤ کرے گا تو سی پیک اور بی آر آئی منصوبوں کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل میں امریکہ چین کو فوکس کر رہا ہے تاکہ ہر راستے سے اس کا محاصرہ کر کے اس کی ابھرتی ہوئی طاقت کو ختم

کردے یا محدود کردے۔ اس کے لیے اس نے یہ اتحاد قائم کیا ہے اور یہ عسکری اتحاد ہے۔ اس اتحاد نے 2019ء میں مالابار میں جنگی مشقیں بھی کی تھیں اور اسی موقع پر پاکستان اور چین نے بھی جنگی مشقیں کی تھیں۔ یعنی خطے میں جنگ کے شعلے بھڑکانے کے مختلف اقدامات کیے جا رہے ہیں تاکہ یا تو جنگ کے شعلے بھڑکیں یا پھر اس خطے کے ممالک جنگ سے بچنا چاہتے ہیں تو امریکی مفادات کے تابع ہو جائیں۔ جو بائیڈن کی ٹیم نے کواڈ میں شامل اتحادی ممالک کا دورہ بھی کیا ہے۔ شمالی کوریا کے سربراہ کی ہمشیرہ، جو ان کی جانشین بن رہی ہیں اور ان کی سیاسی بصیرت کی لوگ بڑی تعریفیں کر رہے ہیں اس نے ایک بہت عمدہ بات کی ہے کہ امریکہ باز آجائے وہ یہاں جو کر رہا ہے اس سے مجھے بارود کی بو آرہی ہے۔ یعنی وہ امریکہ کے عزائم بتا رہی ہے کہ وہ یہاں جنگ کے شعلے بھڑکانا چاہتا ہے۔ امریکہ یہ چاہتا ہے کہ امریکہ سے دور دور جہاں بھی جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو بھڑک جائیں اس کی اسے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس وقت دنیا یہ صورت حال اختیار کر چکی ہے کہ کوئی ملک انفرادی طور پر کوئی جنگ نہیں کرے گا بلکہ مختلف اتحاد بنیں گے۔ جیسے کواڈ بن گیا ہے تو اس کے مقابلے میں پاکستان، چین، روس، ترکی وغیرہ کا اتحاد بن جائے گا۔ یعنی اب ملکوں کے گروہ آپس میں لڑیں گے اور خدانخواستہ کوئی جنگ ہوئی تو پھر بات عالمی جنگ کی طرف جائے گی۔ اس وقت جو جنگ میں تاخیر ہو رہی ہے اس کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ایسی جنگ کی جائے جو اس خطے تک محدود ہو اس سے آگے نہ جائے۔ امریکہ کو اپنے اتحادی انڈیا کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے اگر آدھا انڈیا ختم ہو جائے تو اسے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ امریکہ کو صرف اپنے مفادات عزیز ہیں۔ بہرحال ان کا منصوبہ اس خطے میں محدود جنگ کا ہے۔

سوال: کیا طالبان اور افغان حکومت کے درمیان مذاکرات میں آج تک کوئی پیش رفت ہوئی ہے؟

رضاء الحق: فروری 2020ء سے لے کر اب تک انٹرا افغان ڈائیلاگ کے دو یا تین راؤنڈ سامنے آئے ہیں۔ افغان طالبان تو شروع سے ہی اس میں دلچسپی نہیں لے رہے تھے کیونکہ دوحہ معاہدے کی شقوں کی امریکہ نے خلاف ورزی شروع کر دی تھی۔ انٹرا افغان ڈائیلاگ کامیاب ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ افغان طالبان اشرف غنی کی کٹھ پتلی حکومت کو مانتے ہی نہیں۔ اس کے باوجود وہ بیٹھے، بات چیت ہوئی، لیکن اس میں آئندہ مذاکرات کے لیے کوئی ایجنڈا بھی طے نہیں ہو سکا۔ افغانستان کے سابق وزیراعظم اور مشہور سیاستدان گلبدین حکمت یار نے کہا ہے: Intra Afghan dialague is dead یعنی اس کی کوئی اہمیت نہیں چاہے امریکی وزیر خارجہ نے خط میں جو مرضی لکھا ہو۔ اس وقت حکمت یار سمیت اکثر لوگ عوامی حکومت کی بات کر رہے ہیں کیونکہ اسلامی حکومت روس، چین اور دیگر غیر مسلم ممالک بلکہ اکثر مسلم ممالک کو بھی کسی صورت قابل قبول نہیں ہو گی۔ لیکن افغان طالبان کا اصل فوکس ہی اسلامی حکومت ہے جس کے لیے وہ بیس سال سے جدوجہد کر رہے ہیں۔

سوال: غیر ملکی افواج کے افغانستان سے نکل جانے پر افغانستان میں امن کی گارنٹی کون دے گا؟

ایوب بیگ مرزا: مجھے افغانستان میں کسی صورت امن ہوتا نظر نہیں آتا۔ اگر وہاں سے امریکی فوجوں کا انخلاء ہو جاتا ہے تو افغان حکومت طالبان کے لیے چند ہفتوں کی مار ہے لیکن چونکہ امریکہ کی نیت میں یہ بات نہیں ہے کہ وہاں امن ہو لہٰذا وہ وہاں امن نہیں ہونے دے گا۔ اگر افغان طالبان کٹھ افغان پتلی حکومت کو شکست دے کر حکومت حاصل کر بھی لیں پھر بھی امریکہ اس طرح کے حربے استعمال کرتا رہے گا کہ وہاں امن قائم نہ ہو سکے۔ مجھے مستقبل قریب میں افغانستان میں امن بالکل نظر نہیں آتا۔ کیونکہ اگر امریکہ خود وہاں سے چلا بھی جاتا ہے تو پھر بھی داعش اور بلیک واٹر جیسی اس کی پراکسیز وہاں موجود ہوں گی۔ وہ افغانستان میں گروپس کو آپس میں لڑاتی رہیں گی۔ یعنی افغانستان میں خون بہتا رہے گا جو امریکہ کی خواہش ہے۔

سوال: افغانستان میں قیام امن کے لیے اس خطے کے اہم ممالک کے وزرائے خارجہ کا اجلاس ہو رہا ہے اس حوالے سے آپ کے پاس کیا معلومات ہیں؟

رضاء الحق: امریکی وزیر خارجہ کے خط میں بھی اس طرح کا ذکر تھا کہ امریکہ وزرائے خارجہ کے لیول پر اجلاس کروانا چاہتا ہے لیکن کہاں اور کیسے کروانا چاہتا ہے ابھی تک اس کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ وائٹ ہاؤس کی ترجمان نے پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ ہمارے پاس سارے آپشنز موجود ہیں۔ وہ ڈپلومیٹک اور جنگی زبان میں یہی کہتے آئے ہیں کہ ہمارے پاس سارے آپشن موجود ہیں، اگر ایسے نہیں مانو گے تو ویسے کر لیں گے۔ پچھلے دنوں روس کے وزیر خارجہ نے یہ بات کی ہے کہ ہم صورت حال بہتر بنانے کے لیے سینئر لیول یا فارن منسٹر لیول پر مذاکرات کروا سکتے ہیں۔ ان مذاکرات میں افغان طالبان، افغان حکومت، پاکستان، ایران، چین، امریکہ شامل ہوں گے۔ اس نے انڈیا کا نام نہیں لیا۔ لیکن انڈیا اس پورے معاملے میں از خود بھی ملوث ہونا چاہتا ہے۔ شمالی اتحاد کی وجہ سے انڈیا کے مفادات افغانستان کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پھر یہ کہ امریکہ نے انڈیا پر مجاہدین کی تلوار بھی لٹکائی ہوئی ہے کہ اگر افغانستان میں امریکہ اور انڈیا کی من پسند حکومت قائم نہ ہوئی تو افغانستان سے مجاہدین جا کر کشمیر میں قبضہ کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف انڈیا اپنے خیال میں اپنے آپ کو اس خطے کا سپر پاور اور چین کا ہم پلہ سمجھتا ہے لیکن پچھلے کچھ عرصہ میں چین کے ساتھ جو جھڑپیں ہوئی ہیں ان میں انڈیا کا پول کھل گیا ہے۔ بہرحال امریکہ یہی چاہتا ہے کہ اس علاقے میں اس کی موجودگی قائم رہے اور یہ علاقہ جنگ وجدل میں ملوث رہے اور یہاں پر امن وامان نہ آسکے۔

سوال: موجودہ زمینی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے افغانستان کا مستقبل کیسا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس حوالے سے دو پہلو ہمارے سامنے رہنے چاہئیں۔ زمینی حقائق کے مطابق اگر دیکھیں تو ہمیں افغانستان کا مستقبل سرخ نظر آتا ہے جس میں خونریزی اور قتل وغارت گری کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کیونکہ وہاں کوئی مستحکم حکومت نظر نہیں آرہی۔ دوسرا پہلو ہمارے عقائد کے حوالے سے ہے۔ جس میں احادیث موجود ہیں کہ جب اسلام کا غلبہ شروع ہوگا تو خراسان سے کچھ فوجیں جائیں گی جو حضرت مہدی کی مدد کریں گی۔ یعنی یہ خطہ مستقبل میں اسلام کے احیاء کا نقطہ آغاز بنے گا۔ اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو یہاں تمام اسلام دشمن قوتوں کو شکست ہوگی، چاہے وہ امریکہ ہو، روس ہو یا چین ہو جتنی طاغوتی قوتیں ہیں ان کو وہاں شکست ہوگی اور اسلام یہاں پہلے ایک خطہ میں آئے گا اور پھر آگے بڑھے گا۔ ہمیں اس پر زیادہ اعتقاد ہے کہ ان شاء اللہ یہاں پر اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ اس میں صرف افغانستان نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ پاکستان بھی شامل ہے۔ اس سارے خطے میں اسلام کس طرح آئے گا اس حوالے سے ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ تاہم احادیث میں پیشین گوئیاں موجود ہیں کہ یہ علاقہ اسلام کے غلبہ کا نکتہ آغاز ہوگا۔ اس لحاظ سے افغانستان کا مستقبل بڑا تابناک ہے۔ ان شاء اللہ

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام (vi)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسلام میں زکوٰۃ کا نظام اور اس کی برکات

اسلام کے قانونی معاشی نظام میں یہ management زکوٰۃ کے نظام کے ذریعے سے قائم ہوتی ہے۔ یعنی اسلام نے یہی شے اس سے بہتر انداز میں عطا کی ہے۔ اسلام نے ایک حد قائم کر دی کہ جو اس حد سے آگے نکل جائیں وہ دینے والے (doners) ہیں اور جو اس حد سے پیچھے رہ جائیں وہ لینے والے (recipients) ہیں۔ دینے والوں کو haves اور لینے والوں کو have-nots شمار کریں یا دین کی اصطلاح میں ان کو بالترتیب ''صاحبِ نصاب'' اور ''مسکین'' شمار کریں۔ حضورﷺ نے زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا: ((تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَاءِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَاءِهِمْ)) (بخاری ومسلم) ''وہ (زکوٰۃ) مسلمانوں کے مالداروں سے وصول کی جائے گی اور غرباء میں تقسیم کی جائے گی''۔ معاشرے میں معاشی اعتبار سے پیدا ہونے والی ناہمواری کو کم کرنے کے لیے اسلام نے زکوٰۃ کا مکمل نظام قائم کیا ہے۔ اس میں نصاب کی حد مقرر کی گئی ہے اور پھر اس میں مقداریں ہیں۔ یوں سمجھئے کہ چودہ سو برس قبل معاشی فرق وتفاوت کو کم کرنے کی ضرورت اسلام نے زکوٰۃ کے نظام سے پوری کر دی تھی۔ اس لیے کہ اسلام میں بھی آزاد معیشت ہے اور جہاں بھی آزادی ہوگی وہاں کچھ نہ کچھ فرق ضرور آئے گا۔ اس فرق کو زکوٰۃ اور عشر کے نظام کے ذریعے کم کیا گیا ہے۔ اسلام کے نظامِ معیشت کے ''اندرونی انضباط'' اور سرمایہ دارانہ نظام کے اندرونی انضباط (internally management) میں بہت فرق ہے۔ ایک فرق یہ ہے کہ صاحب نصاب اور مسکین کی تقسیم اَلل ٹپ (arbitrary) نہیں ہے۔ اسے آپ اپنے اختیار سے آگے پیچھے نہیں کر سکتے۔ ''فقیر'' کے لفظ سے ذرا مغالطہ ہو جاتا ہے کہ فقیر شاید وہی ہے جو ہاتھ پھیلا رہا ہو، مانگ رہا ہو اور جسے فاقہ آ رہا ہو۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اسلام میں نصاب کی ایک لائن کھینچ دی گئی ہے کہ جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا باون تولے چاندی ہے وہ اس لائن سے اوپر ہے اور زکوٰۃ کا ادا کنندہ ہے اور جس کے پاس اتنا سونا یا چاندی نہیں ہے وہ اس لائن سے نیچے ہے اور زکوٰۃ کا وصول کنندہ ہے۔ اسی طرح اونٹ گھوڑے اور بھیڑ بکریوں کا نصاب ہے۔ اب جو اس سے اوپر ہیں وہ غنی ہیں اور جو نیچے رہ گئے ہیں وہ فقیر ہیں۔

ان دونوں نظاموں میں دوسرا اور اہم ترین فرق یہ ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم جہاں انفاق یعنی خرچ کرنے پر زور دیتی ہے وہاں اس کا ایک تکمیلی جزو (counter part) یہ ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور سوال کرنے کو انتہائی مذموم اور صدقات کو ''اَوْسَاخُ النَّاسِ'' (لوگوں کا میل کچیل) قرار دے کر نہ صرف لوگوں کو ترغیب دی ہے بلکہ غیرتِ انسانی کو بھی جھنجھوڑا گیا ہے کہ زکوٰۃ وصدقات کو مت قبول کرو ؎

غیرتِ فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول
جب کہا اُس نے یہ ہے میری خدائی کی زکوٰۃ!

ایک غیرتِ فقر بھی ہے کہ محنت اور کوشش کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو، روکھا سوکھا کھاؤ مگر سوال مت کرو اور لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل سے اپنے پیٹ مت بھرو۔ ہم نے اس طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ یہ اصل فرق ہے جس کی وجہ سے آج سکینڈے نیوین سوشلزم اپنی بربادی تک پہنچ گیا ہے۔ اس لیے کہ جب بنیادی ضروریاتِ زندگی بغیر محنت کے حاصل ہو رہی ہوں تو کام کا محرک (incentive) کیوں رہے گا؟ انسان کو حیرت ہوسکتی ہے کہ ویلفیئر کا ایسا نظام ہے تو ان کی آمدنی کیا ہے؟ یہ ملک کیسے چل رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ملک اس لیے قائم چلے آ رہے ہیں کہ وہ اپنے دفاع پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کر رہے۔ جب جرمنی نے وہاں قدم جمانے چاہے تھے تو انہوں نے بالکل کھلم کھلا کہہ دیا تھا کہ آیئے اور ہمارا ملک سنبھالیے۔ ان کا پورے کا پورا ڈیفنس امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ امریکہ پوری تھرڈ ورلڈ کا پیسہ چوس رہا ہے اور اس کے بل بوتے پر وہ اپنی اکانومی کی بساط بچھائے بیٹھا ہے۔ ان ممالک میں اگر دفاع کے اوپر اس طرح کا خرچ ہونے لگے جس طرح باقی ممالک میں ہوتا ہے تو ان کا ویلفیئر سٹیٹ کا نظام کبھی بھی چل نہیں سکتا۔

اسلام نے معاشرے میں مالی فرق وتفاوت کو کم کرنے کے لیے ایک طرف زکوٰۃ کا نظام رائج کیا ہے تو دوسری طرف لوگوں کو اس سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ یہاں ایک اور بات نوٹ کر لیں کہ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ایک طرف قرآن نے فرمایا: ﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝﴾ (المعارج) ''ان کے مالوں میں معین حق ہے سائل کے لیے بھی اور محرومین کے لیے بھی''۔ دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَاَمَّا السَّاۗىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰﴾ (الضحیٰ) ''کسی سائل کو مت دھتکارو، مت جھڑکو''--- کہیں باقاعدہ ایک مد معین کی جاتی ہے: ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ﴾ (البقرۃ:۱۷۷) ''اور اُس نے دیا مال اس کی محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں''۔ ان سے ایک اشتباہ ہوتا ہے کہ شاید اسلام مانگنے اور سوال کرنے کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔

یہاں اسلام کی تعلیمات کے دوسرے پہلو کو بھی سامنے رکھیں کہ اسلام میں سوال کرنے کی انتہائی مذمت ہے۔ نبی اکرمﷺ نے فرمایا: ((اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى)) ''دینے والا ہاتھ بہتر ہے لینے والے ہاتھ سے''۔ بہتر بنو کہتر کیوں بنتے ہو؟ اور دوسری طرف ان صدقات کو لوگوں کا میل کچیل قرار دیا۔ ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھیے تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں سوال کرنے کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ واقعات سنے ہوں گے کہ اسلامی تاریخ میں وہ وقت آ گیا تھا جس میں خوشحالی کی ایک انتہا کا نقشہ نظر آتا ہے کہ لوگ اموالِ زکوٰۃ لیے پھرتے تھے اور لینے والا کوئی نہیں تھا۔ اس میں ایک اشکال یہ ہو جاتا ہے کہ خلافت راشدہ میں تو حکومتی سطح پر مال کی زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی تو یہ لوگ کیسے زکوٰۃ کا مال لیے پھرتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دورِ خلافت راشدہ میں اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ خود دینی ہوتی تھی جبکہ اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ کی وصولی ریاست اور حکومت کی سطح پر ہوتی تھی۔ اب لوگ اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ دینے کے لیے پھر رہے ہوتے اور لینے والا کوئی نہ ملتا۔ اس میں یقیناً ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جس تیزی سے فتوحات ہوئیں اور مالِ غنیمت آیا اس سے عمومی خوشحالی پیدا ہوگئی، تو اب کون ہے جو اس کو قبول کرنے والا ہو؟ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ ان پر اخلاقی تعلیمات کا بھی کافی اثر تھا۔ پھر اس معاملے میں مزید زور پیدا کرنے کے لیے نبی اکرمﷺ نے اپنی ذات اور اپنے خاندان کے لیے زکوٰۃ اور صدقات کو حرام قرار دے دیا، البتہ ہدیہ کو جائز

قرار دیا۔ یہ وہ بنیادی بات اور بنیادی پہچان تھی جو ایک عیسائی راہب نے حضرت سلمان فارسی ؓ کو بتائی تھی کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ایک پہچان یہ ہو گی کہ وہ صدقہ قبول نہیں فرمائیں گے' البتہ ہدیہ قبول کر لیں گے۔

اس تمام گفتگو سے یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ اسلام نے مترفین اور محرومین کے مابین مالی فرق و تفاوت کو کم کرنے کی غرض سے اپنے معاشی نظام کی management کے لیے زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کا اہتمام کیا ہے۔ اس کو آپ اجتماعی (collective) انشورنس بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسی کی بنیاد پر اسلامی ریاست اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات کی کفیل ہے۔ اس کو آپ subsistance allowance کہہ لیں' unemployment allowance کہہ لیں یا ویلفیئر کہہ لیں' کہ بنیادی ضروریات کی ذمہ دار ریاست ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست فی الحقیقت ایک ویلفیئر سٹیٹ کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو ''کفالت عامہ'' کی ذمہ داری جس حد تک قبول کرتی ہے اس کا کسی قدر اندازہ حضرت عمر ؓ کے اس قول سے کیا جا سکتا ہے کہ ''اگر دجلہ و فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو قیامت کے روز اس کی ذمہ داری بھی عمر پر ہو گی۔''

یہاں یہ بھی نوٹ کر لیں کہ اگر کوئی شخص اپنی عزتِ نفس اپنی ہتھیلی پر رکھ کر تمہارے سامنے پیش کر دے' تمہارے سامنے دست سوال دراز کرے اور پھر بھی تم اس کو ٹھکرا دو تو یہ تمہاری شرافت اور مروّت کے منافی ہے۔ کچھ دے سکتے ہو تو دو۔ بعض احادیث میں یہاں تک الفاظ آئے ہیں کہ سائل کو دو چاہے وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو۔ تمہیں کیا معلوم اس کے کیا حالات ہیں' اگر نہیں دے سکتے تو اچھے انداز میں رخصت کر دو لیکن دھتکارنے کی' جھڑکنے کی اجازت نہیں ہے۔

اسلام میں محدود سرمایہ کاری اور سرمائے کے بارے میں اسلامی فلسفہ

یہاں ایک اور بات ہے جو مشکل تر ہے' اور جس تک ابھی مغربی ذہن بالکل نہیں پہنچا' وہ ہے ''محدود سرمایہ کاری'' (controlled capitalism)۔ محدود سرمایہ کاری کا تصور اسلام نے دیا ہے کہ جائز ذرائع سے حاصل کی گئی کمائی حلال اور ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی کمائی حرام ہے۔ اس طرح کا کوئی تصور مغرب میں ابھی نہیں ہے۔ چنانچہ انٹرسٹ ریٹ بڑھتا جا رہا ہے۔ افراطِ زر (inflation) بڑھتا جا رہا ہے۔ ایک دائرہ خبیثہ (vicious circle) ہے جو پھیلتا جا رہا ہے' تباہی نظر آ رہی ہے لیکن ان کے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیسے کریں' اسے کس طریقے سے نیچے لائیں۔ اس کا حل وہ ہے جو درحقیقت اسلام نے دیا ہے' یہاں سوائے اس آسمانی ہدایت کے کوئی اور شے انسان کو بچانے (rescue) کے لیے آنے والی نہیں۔ سرمائے کے حوالے سے اسلام کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ سرمایہ کو زنجیریں پہنائی ہیں' سرمایہ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنی ہیں' سرمائے کے ہاتھ میں کچھ ہتھکڑیاں ڈالنی ہیں' کچھ پابندیوں (limitations) کے ساتھ اسے آزادی دینی ہے' لیکن اہل مغرب نے اس سرمائے کو مادر پدر آزادی دی' جس سے بڑی لعنت اور کوئی ہو نہیں سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے تباہی دیکھ رہے ہیں' خاندانی نظام بکھرتے دیکھ رہے ہیں' اکانومی ڈوبتے دیکھ رہے ہیں' لیکن کر کچھ نہیں سکتے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سرمائے کو بغیر کسی پابندی کے مکمل آزادی دے دی۔

اسلام کے سماجی اور معاشرتی نظام میں میں نے ایچ جی ویلز کی تصنیف ''A Concise History of the World'' کا تذکرہ کیا تھا۔ اس نے تسلیم کیا کہ انسان کی حریت' اخوت اور مساوات کے وعظ تو پہلے بھی دنیا میں کہے گئے تھے لیکن یہ ماننا پڑتا ہے کہ انسانی آزادی' اخوت اور مساوات (Human Freedom, Fraternity and equality) کے اصولوں پر بالفعل ایک معاشرہ تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قائم کیا ہے۔ اسی طرح کی ایک عجیب بحث اس نے سرمایہ اور کرنسی سے متعلق بھی کی ہے کہ یہ کرنسی اور سرمایہ بہت بڑی لعنت ہے۔ اس نے کہا کہ اس کا آغاز رومن امپائر سے ہوا تھا۔ جب تک کرنسی کا تصور نہیں تھا دنیا میں لین دین ہو رہے تھے لیکن تبادلے کی بنیاد پر۔ یعنی اس سے پہلے مبادلہ اشیاء کا اصول تھا کہ ایک شخص کھیت میں کام کر رہا ہے اور گندم اُگا رہا ہے' دوسرا کرگے پر بیٹھا کپڑا بُن رہا ہے۔ وہ دونوں اپنی ضرورت کے مطابق اشیاء ایک دوسرے سے تبادلہ (exchange) کر لیتے تھے---- یعنی تم دو بوری گندم لے لو اور دو تھان کپڑے کے مجھے دے دو---- اس طرح مبادلہ اشیاء سے ضروریات پوری ہو رہی تھیں' لیکن کہیں ارتکازِ سرمایہ کی شکل نہیں تھی۔ کوئی کتنا کپڑا اپنے پاس جمع کر لے گا اور کوئی کتنی گندم اپنے پاس روک لے گا؟ لہٰذا ارتکازِ سرمایہ کی جو بہت بڑی قوت ہے یہ اس وقت نہیں تھی۔ جب آپ نے کرنسی کا تصور دیا کہ ایک تولہ سونا مساوی ہے اتنے من گندم کے اور ایک تولہ مساوی ہے اتنے تھان کپڑے کے' تو اب ایک نئی شے انسانی معاشرے کے اندر متعارف ہوئی۔ گویا اس سے انسان کے ہاتھ ارتکازِ دولت کا ایک ذریعہ آ گیا۔

سرمایہ دار کی تجوری کے اندر سونے کی صورت میں ایک بہت بڑا جن بند ہے' اس جن کو وہ release کرے گا اور مارکیٹ کو اِدھر سے اُدھر کر دے گا۔ وہ کوئی ایک مال خرید لے گا اور مارکیٹ کے اندر اس کی کمی پیدا کر کے قیمتیں چڑھا دے گا اور پھر من مانی قیمت وصول کرے گا۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے سٹاک مارکیٹ کے اندر زلزلہ آیا تھا' اس سے لوگوں کے کروڑوں' اربوں ڈالر آنِ واحد میں ختم ہو گئے۔ یہ سارا کھیل سرمائے کا ہے اور سرمائے کا ارتکاز اس کرنسی اور اس دولت کے سبب سے ہے۔ ایچ جی ویلز نے اس کے بارے میں صرف ایک جملہ لکھا کہ انسان کو معلوم نہیں تھا کہ اس کرنسی کی ایجاد سے اس نے کتنی بڑی لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔ اس کے بارے میں آپ سمجھ لیجیے کہ یہ ایک شر ہے لیکن ناگزیر شر ہے' ناگزیر برائی ہے۔ لہٰذا اس کو استعمال بھی کیا جائے' اسے کچھ کام کرنے کی آزادی (freedom of action) بھی دی جائے اور اس کو کچھ پابند بھی کیا جائے۔ یہ ہے اصل فلسفہ اسلام کا۔ اب دیکھئے کہ اسلام نے سرمائے کو کس طرح پابند کیا ہے۔

سرمایہ' محنت اور موقع

بنیادی طور پر کسی بھی معاشی پیداواری عمل (economic productive activity) میں تین چیزیں شامل ہیں: ایک سرمایہ' دوسری محنت۔ اصل تو یہ دونوں ہی ہیں لیکن ان کے ساتھ ایک تیسرا عامل بھی ہوتا ہے اور وہ ہے موقع (chance)---- کبھی اتنا ہی سرمایہ اتنی ہی محنت کے ساتھ زیادہ پیداوار لے آتا ہے اور کبھی اتنا ہی سرمایہ اور اتنی ہی محنت صرف ہوتی ہے اور پیداوار کم ہوتی ہے یا پیداوار بالکل صفر ہوتی ہے۔ اب سرمایہ بھی وہی ہے' محنت بھی وہی ہے' لیکن یہ چانس کا عنصر بھی ایک مؤثر عامل ہے---- اب اسلام نے معاشی معاملات کے اندر ان تینوں میں سے سب سے زیادہ تحفظ اور سب سے زیادہ عزت' محنت کو دی ہے جبکہ سرمائے کی حیثیت کم سے کم رکھی ہے۔ اور اگر سرمائے کو صرف اپنی ذاتی حیثیت میں کمائی کا ذریعہ (earning agent) بنا دیا جائے تو اسلام کی نظر میں یہ غلط ہے۔ اس کی بدترین شکل سود اور ربا ہے جو اسلام میں حرام ہے۔ یعنی اسلام نے سرمائے کو بیڑیاں ڈالی ہیں' اسے پابند کیا ہے۔ اسی طرح اسلام نے چانس کو بھی کم سے کم درجہ دیا ہے۔ چنانچہ جوئے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ جس کو آپ جوا کہتے ہیں' وہ اصل میں صرف چانس ہے اور کچھ بھی نہیں۔ نہ آپ کی محنت ہے اور نہ آپ کا سرمایہ اس کے اوپر لگا ہے' جو کچھ ہو رہا ہے وہ صرف چانس کا معاملہ ہے جو حرام مطلق ہے۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا بنت عمرو بن الشرید

فرید اللہ مروت

نام

حضرت خنساء ؓ کا اصل نام تماضر تھا، لیکن چستی، ہوشیاری، اور حسن کی وجہ سے خنساء کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں جس کے معنی ہرنی کے ہیں۔ بہ نسبت نام کے اُن کا لقب زیادہ مشہور ہے۔

سلسلۂ نسب

ان کے والد کا نام عمرو بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیۃ بن خفاف بن امراء القیس تھا، جو قبیلہ قیس کے خاندان سلیم کے رئیس تھے۔ آپؓ کا تعلق نجد کے قبیلہ بنو سلیم سے تھا جو بنو قیس بن عیلان کی ایک شاخ تھا۔ یہ قبیلہ اپنی شرافت نفس، جود و سخا اور شجاعت و ہمت کی بنا پر قبائل عرب میں امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر خود حضور ﷺ نے اس قبیلہ کی تعریف یوں فرمائی: ''بلاشبہ ہر قوم کی ایک پناہ گاہ ہوتی ہے اور عرب کی پناہ گاہ قیس بن عیلان ہے۔''

نکاح

ان کا پہلا عقد قبیلہ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیز سلمیٰ سے ہوا۔ اُس کے انتقال کے بعد دوسرا عقد مرداس بن ابی عامر سے ہوا۔

اولاد

پہلے شوہر سے صرف ایک لڑکا عبد اللہ پیدا ہوا۔ دوسرے شوہر سے تین بیٹے عمرو، زید، معاویہ، اور ایک لڑکی عمرہ پیدا ہوئے۔

اسلام

جب اُفق مکہ سے آفتاب رسالت طلوع ہوا اور اُس کی شعاعیں سارے عالم پر پرتو افگن ہوئیں تو حضرت خنساء ؓ کی آنکھیں اُن شعاعوں کی صداقت پاش نورانیت سے منور ہوگئیں، اور وہ اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ مدینہ میں جناب سرور دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں شرف اسلام سے بہرہ اندوز ہوئیں۔ حضرت سرورِ کائنات ﷺ دیر تک اُن کے شعر سنتے رہے اور اُن کی فصاحت و بلاغت پر تعجب فرماتے رہے۔

خاوند کی وفات

مرداس ایک بہادر اور حوصلہ مند آدمی تھے۔ اس نے کچھ ساتھیوں کی مدد سے ایک چشمے سے متصل دلدلی زمین کو قابل کاشت بنانے کی کوشش کی۔ وہاں کی مرطوب آب و ہوا نے اس کی صحت پر برا اثر ڈالا اور وہ بخار میں مبتلا ہو کر وفات پا گئے۔

بیوگی کی زندگی

خاوند کے بعد اپنی ساری زندگی بیوگی کی حالت میں گزاری۔ آپؓ دل جمعی کے ساتھ اپنے بچوں کو پرورش و تربیت میں مگن رہیں۔ اس زمانے میں وہ اپنا ذوق شعر و سخن بھی پورا کرتی رہتی تھیں۔

عام حالات

اُن کی شاعری کا حال ابتدا میں یہ تھا کہ کبھی کبھی دو تین شعر کہہ لیا کرتی تھیں۔ لیکن جب قبیلہ بنی اسد سے اُن کے قبیلہ کی لڑائی ہوئی تو اُس میں اُن کا حقیقی بھائی معاویہ مقتول ہوا۔ اور دوسرا سوتیلا بھائی صخر زخمی ہوا تو حضرت خنساء ؓ نے تقریباً ایک سال تک صخر کی بڑی محنت و جانفشانی سے تیمارداری کی لیکن زخم کاری لگا تھا جانبر نہ ہو سکا۔ اور اپنی چہیتی بہن کو دائمی مفارقت کا داغ دے کر سفر آخرت اختیار کیا۔

حضرت خنساء ؓ کو اپنے دونوں بھائیوں سے بہت محبت تھی، لیکن صخر کے علم، بردباری، سخاوت، شجاعت، عقلمندی، حسن، کی وجہ سے وہ اُن سے زیادہ مانوس اور اُس کی گرویدہ محبت تھیں۔ اسی وجہ سے حضرت خنساء کو صخر کے انتقال سے سخت صدمہ پہنچا اُسی وقت سے اپنے بھائی پر بے نظیر مرثیے کہنے شروع کیے۔

شاعرانہ فضیلت

تمام اقسام شعر اور خصوصیت کے ساتھ مرثیہ گوئی میں حضرت خنساء ؓ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

''حضرت خنساء ؓ کو جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ تمام علمائے عرب کا اتفاق ہے کہ عرب کی عورتوں میں خنساء ؓ کے برابر شاعرہ کوئی عورت نہیں ہوئی، نہ ان سے پہلے نہ بعد میں''، درمنثور میں لکھا ہے: ''جریر شاعر متوفی 170ھ (جو عہد بنی اُمیہ کا مشہور شاعر تھا) سے لوگوں نے پوچھا سب سے بڑا شاعر کون ہے'' ''جریر نے کہا۔ اگر خنساء ؓ کے اشعار نہ ہوتے تو میں دعویٰ کرتا کہ عرب کا بہترین شاعر میں ہوں۔''

زمانۂ جاہلیت میں عام دستور تھا کہ تمام اہل عرب مختلف مقامات پر مجلسیں منعقد کیا کرتے تھے جن سے اُن لوگوں کا مقصد تبادلۂ خیالات ہوتا تھا یا شعر گوئی کا مقابلہ ان میں مرد و عورت سب یکساں حصہ لیتے تھے۔ اس کی ابتدا ربیع الاوّل یعنی ابتدائے موسم بہار سے ہوا کرتی تھی، تمام اہل عرب دور دور سے اپنے کاروبار کو ترک کر کے ان میلوں میں شریک ہونے آتے تھے۔ غرہ ربیع الاوّل میں پہلا میلا دومۃ الجندل میں منعقد ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہاں سے ہجر کے بازار میں آتے تھے، اور پھر عمان میں، اس کے بعد حضر موت کو روانہ ہوتے تھے، اور پھر صنعاء یمن کی طرف کسی مقام میں دس روز، کہیں بیس روز قیام رہتا تھا۔ اسی طرح تمام ملک میں گشت لگانے کے بعد ذیقعد ذوالقعدہ کے مہینہ میں حج کے قریب آخری میلہ بازار عکاظ میں لگتا تھا جو مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا، عرب کے تمام قبائل اور بالخصوص سرداران قبائل لازمی طور سے شریک ہوتے تھے اگر کوئی سردار کسی خاص وجہ سے شریک نہ ہو سکتا تھا تو اپنا قائم مقام ضرور بھیجتا تھا۔ اسی مقام پر اہل عرب کے تمام معاملات طے ہوتے تھے، یعنی قبائل کے سردار مقرر کیے جاتے تھے، مخالفت کا انسداد ہوتا تھا باہمی خون ریزی اور لڑائیوں کا فیصلہ کیا جاتا تھا، اس بازار میں اہل قریش کا وقار و احترام زیادہ تھا۔ جب تمام معاملات کا تصفیہ ہو جاتا تو ہر قبیلہ کے شعراء اپنے اشعار سناتے جن میں اپنی بہادری، فیاضی، مہمان نوازی، آباء و اجداد کے اہم کارنامے صید و شکار اور خون ریزی کا بیان ہوتا تھا، یہاں ہر شاعر اور مقرر کا درجہ و مرتبہ متعین کیا جاتا تھا۔

حضرت خنساء ؓ بھی ان مجالس میں شریک ہوتی

تھیں اور اُن کے مرثیے یہاں لاجواب تسلیم کر لیے گئے تھے، جب وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آتیں تو تمام شعراء اُن کے گرد حلقہ باندھ لیتے اور منتظر رہتے کہ اُن کے اشعار سنیں پھر وہ اپنے مرثیے سناتیں۔

حضرت خنساء ؓ کو اس مجلس میں یہ فخر و امتیاز حاصل تھا کہ اُن کے خیمہ کے دروازہ پر ایک علم نصب تھا جس پر لکھا ہوا تھا،''ارثی العرب'' یعنی عرب میں سب سے بڑھ کر مرثیہ گو۔

صبر واستقلال اور بیٹوں کو شرکتِ جنگ کے لیے ترغیب

حضرت عمر ؓ کے زمانہ خلافت 16ھ میں جنگ قادسیہ جو عرب کی سرزمین پر ایرانیوں کے ساتھ خونریز اور فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس جنگ میں ایرانیوں کی تعداد 2 لاکھ آزمودہ جنگجو اور 300 جنگی ہاتھی جبکہ مسلمان مجاہدین کی تعداد تیس سے چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ اس موقع پر ایک ضعیف العمر خاتون بھی جذبہ جہاد سے سرشار اپنے چار نوجوان بیٹوں کے ساتھ جنگ میں موجود تھیں رات کو بیٹوں کو جنگ میں شرکت کے لیے جو مؤثر تقریر کی تھی وہ یہ ہے۔

میرے پیارے بیٹو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے، اور اپنی رضا مندی سے تم نے ہجرت کی قسم ہے اس خدائے لایزال کی جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے، جس طرح تم اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم اپنے باپ کے سچے فرزند ہو، نہ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا و ذلیل کیا۔ تمہارا نسب بے داغ ہے اور تمہارے حسب میں کوئی نقص نہیں ہے، تم جانتے ہو مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کفار سے جہاد کرنے میں ایک ثواب عظیم ہے۔ تم اس کو خوب جان لو اور غور سے سمجھ لو کہ عالم جاودانی کے مقابلہ میں دنیائے فانی ہیچ ہے، خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۲۰۰﴾ (آل عمران)

''اے اہل ایمان! صبر کرو اور صبر میں اپنے دشمنوں سے بڑھ جاؤ' اور مربوط رہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کیے رکھو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

جب تم دیکھ لو کہ لڑائی جوش پر آ گئی اُس کے شعلے بھڑکنے لگے اور اُس کے شرارے میدان جنگ میں منتشر ہونے لگے تو لڑائی میں گھس پڑو اور خوب بے دریغ تیغ رانی سے کام لو، اور خدائے لایزال سے نصرت وفتح کے اُمیدوار

رہو۔ ان شاء اللہ عالم آخرت کی بزرگی وفضیلت پر ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔

جب صبح ہوئی تو چاروں نونہالانِ اسلام وفدایانِ ملت اپنی ماں کی نصیحت پر کاربند ہو کر رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں کود پڑے اور اپنی دلیری وشجاعت کے نقوش صفحات تاریخ پر ثبت کر گئے اور آخر کار شہید ہو گئے۔

جب حضرت خنساء ؓ کو خبر ہوئی تو کہا خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شہادت کا مجھے شرف بخشا خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ میں ان بچوں سے اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں ملوں گی۔

وفات

اسلام کی اس جلیل القدر خاتون نے جنگ قادسیہ کے 8 سال بعد 24ھ میں 70 سال کی عمر میں نجد میں وفات پائی۔

تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(11 تا 15 مارچ 2021ء)

جمعرات (11 مارچ 2021ء) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ شام کو ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی، ناظم تربیت خورشید انجم اور عطاء الرحمن عارف سے نائب امیر کے ہمراہ ملاقاتیں کیں۔ رات کو کراچی روانگی ہوئی۔

جمعہ (12 مارچ 2021ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ (13 مارچ 2021ء) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔ شام کو طے شدہ پروگرام کے مطابق حلقہ ملاکنڈ کے دورہ کے لیے اسلام آباد کے لیے روانگی ہوئی۔ رات پشاور میں خیبر پختون خوا جنوبی کے ناظم دعوت ناصر کے گھر قیام کیا۔

اتوار (14 مارچ 2021ء) ناصر صافی کے ہمراہ تمرگرہ پہنچے۔ حلقہ کے اجتماع میں 200 کے لگ بھگ رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ مقامی تنظیم، منفرد اسرہ جات اور حلقہ کے ذمہ داران کا تعارف کرایا گیا۔ بعد ازاں سوال وجواب کا سیشن ہوا۔ چائے کے وقفہ کے دوران کچھ رفقاء نے بیعت مسنونہ کی۔ وقفہ کے بعد ''مطالبات دین'' پر 45 منٹ گفتگو کی۔ ظہرانہ اور نماز کے بعد اجتماع کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد اراکین شوریٰ کے ساتھ ایک نشست ہوئی جس میں تفصیلی تعارف اور سوال جواب کا اہتمام کیا گیا۔ نماز عصر امیر حلقہ اور دیگر ذمہ داران کے ہمراہ جماعت اسلامی کے مرکز احیاء العلوم میں ادا کی۔ بعد ازاں جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے ضلعی ذمہ داران اور احیاءالعلوم کے علماء کرام سے ملاقات کی۔ وہاں پر نصاب قرآنی کے ضمن میں آپس میں تعاون کے حوالے سے گفتگو فرمائی اور انسدادِ سود و بے حیائی کے حوالہ سے جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی کی مشترکہ کاوشوں کا ذکر کیا۔ بعد ازاں مولانا غلام اللہ حقانی سے ملاقات کے لیے اوچ جانا ہوا۔ بعد نماز مغرب حقانی صاحب کے مدرسہ پہنچے۔ وہاں پر مولانا حقانی اور ان کے مدرسہ کے قاری صاحب سے ملاقات کی۔ بعد نماز عشاء اسرہ اوچ کے نقیب رحمان اختر کے ہاں عشائیہ میں شرکت کی جس میں ان کے کچھ رفقاء بھی شریک تھے۔ مختصر گفتگو بھی ہوئی۔ اس کے بعد 2 ملتزم اور 3 مبتدی رفقاء نے تجدید بیعت کی۔

سوموار (15 مارچ 2021ء) کو بعد نماز فجر حلقہ کے مرکز سے متصل مسجد میں مختصر درس قرآن ہوا۔ بعد ازاں گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول ملاکنڈ میں اساتذہ اور طلبہ سے ''قرآن مجید کے حقوق'' کے حوالے سے جامع گفتگو کی۔ اس کے بعد ایک حبیب ڈاکٹر جان رازق کے گھر ناشتہ پر احباب سے مختصر گفتگو اور سوال وجواب ہوئے۔ پھر حلقہ اور مقامی ذمہ داران کی معیت میں بٹ خیلہ کے لیے روانگی ہوئی۔ وہاں پر بٹ خیلہ بار کونسل کے زیر اہتمام وکلاء واحباب سے ''اسلام اور پاکستان'' کے حوالے سے خطاب فرمایا۔ بعد ازاں سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ مقامی امیر اسلم خان کے ہاں نماز ظہر اور ظہرانہ کے بعد احسان الودود کی تیمارداری کے لیے گئے۔ پھر اسلام آباد گئے اور وہاں سے کراچی کے لیے روانگی ہوئی۔

آؤ سچ بولیں!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

قیامِ پاکستان! سال میں دو مرتبہ آزادی کی نعمت یاد کرنے کا دھواں دھار اہتمام ہم کرتے ہیں۔ 23 مارچ، اہم ترین سنگ میل ہے اس راہ کا، جب آزادی کا عزم صورتِ قرارداد پاکستان ہمارے بڑوں نے باندھا۔ 1940ء میں دیکھے خواب کی تعبیر 1947ء میں حقیقت کا روپ دھار چکی تھی۔ یہ رب تعالیٰ کی مشیت تھی، ایک معجزہ تھا جس نے تمام تر مخالفتوں، ناموافق حالات اور دشمنوں کے ایکے اور بدخواہی کے باوجود آزادی کی عظیم نعمت سے ہمیں بہرہ مند فرمایا۔ ایک خطۂ زمین جو صرف کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی بلند آہنگ پکاروں کے بیچ ہمیں یوں عطا ہوا کہ مشرق و مغرب میں بٹے پاکستان کی قومیتوں کو ایک لڑی میں پرونے والا یہ کلمہ ہی تھا۔ آج کے زور آور سیکولر، دین بے زار دانشور، ثقافتی ٹولے دو قومی نظریے کو دفن کرنے کے لیے جتنا مرضی زور لگالیں، یہ حقیقت سر چڑھ کر تاریخ میں گواہ رہے گی۔ پاکستان کے وجود میں آنے کی کوئی وجہ اسلام کے سوا نہ تھی۔ بانیانِ پاکستان نے اس کے واشگاف اعلان میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔ یہ تاریخ مسخ کردینے کے مترادف سراسر جھوٹ ہے کہ 'قائداعظم ایک سیکولر پاکستان کے داعی تھے'۔

آپ لاکھ بانی پاکستان کے تصاویر سوٹ ٹائی ہیٹ والی ہر جا اسی تاثر کو مضبوط رکھنے کے لیے سجاتے رہیں۔ (ان کے آخری دور میں تسلسل سے شیروانی اور جناح کیپ سے ڈھانپے سر کے علی الرغم!) مگر ان کی تقاریر محفوظ ہیں! ہر تقریر کی روح، اسلام سے محبت اور بنائے جانے والی مملکت میں ہر شعبے میں من حیث القوم اس پر عمل پیرا ہونے کا عزم ہے۔ رہے اقبال تو انہیں بھی گویوں، قوالوں کے حوالے کر دیا۔ نصابوں کو کلامِ اقبال سے محفوظ رکھنے کی تمام تر حکومتی کوششیں رہیں، جو قرآن وسنت کی روح لیے ہوئے ہے۔ بقول سید ابوالحسن علی ندویؒ، کتاب زندہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ شیفتگی نے ان کے کلام کو زندگی عطا کی۔ قرآن ہی ان کے لیے یقین، روشنی، قوت وتوانائی کا منبع تھا۔ اسی سے انہیں وہ فکر بلند میسر آئی۔ کلام میں اصل روح آہِ سحر گاہی نے پھونکی۔ حقیقت تو یہی ہے کہ اسلام کی دعوت اور قرآن کا پیغام اقبال کی شاعری سے خوشبو بن کر رگ و پے میں اتر جاتا ہے۔ زندگی اور تازگی کی تاثیر لیے!

عظیم شخصیات کی محنتوں، امنگوں، آرزوؤں کے اس ثمر کو آج ناچ گا بجا کر زہر آلود کیا جا رہا ہے۔ پاکستان کی اسی اٹھان کی بنا پر قرار دادِ مقاصد نے دستور میں مرکزی حیثیت پائی۔ آئین میں درج آرٹیکل 31 کے مطابق، حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق استوار کرے۔ سو قیام پاکستان کے تذکرے کے ساتھ یہ اسباق تازہ کرنے لازم ہیں، تاکہ یہ قیمتی ورثہ اگلی نسلوں کو منتقل کیا جاسکے۔ تاریخ بھلا دینے والی قوم اپنے جغرافیے کا تحفظ نہیں کرسکتی۔

سورۃ الانفال، آیات 27،26 اگرچہ اہل ایمان کی مکہ سے ہجرت اور مدینہ میں ریاست کے قیام کے تناظر میں ہیں، تاہم اس کے آئینے میں ہم پاکستان کی نعمت عظمیٰ کو بھی دیکھ سکتے ہیں:

''یاد کرو وہ وقت جبکہ تم تھوڑے تھے، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا، تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں مٹا نہ دیں، پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی، اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمہیں اچھا رزق پہنچایا، تاکہ تم شکرگزار ہو۔ اے ایمان لانے والو! جانتے بوجھتے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب نہ ہو۔''

کمزور ترین معاشی حالت میں وجود پانے والے ملک کو اللہ تعالیٰ نے بڑی آبادی، ایٹم بم کی قوت اور بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ اُس فرمان کا حرف بہ حرف ہم پر صادق آتا ہے۔ کشمیر، روہنگیا، سری لنکا کے مسلمانوں کو قیامتوں سے گزرتے دیکھیے اور پھر اس نعمت کی قدر کیجیے۔ اُس نے ہمیں پانچ دریاؤں کی آزاد زرخیز سرزمین، موسمی تنوع، جغرافیائی تنوع سے نوازا۔ جائے پناہ، محفوظ ومضبوط، سارے لوٹ کر کھا جانے والوں کے باوجود بازار نعمتوں سے لدے پڑے ہیں، عجب جادو نگری ہے!

پاکستان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حِلم اور تحمل کی بے حساب وسعتیں بھی سمجھ آتی ہیں۔ ہم نے جانتے بوجھتے عطا کرنے والے سے منہ موڑنے، خیانت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ حکمرانی سب سے بڑی امانت تھی۔ ہم نے جھوٹ اور خیانت پر کاروبار ہائے مملکت چلائے کہ یہی سکہ رائج الوقت ہے، جس پر ہمیں وقتاً فوقتاً عالمی ریٹنگ میں سند بھی ملتی رہتی ہے۔ برسبیل تذکرہ یہ بھی دیکھیے۔ بہبودِ آبادی پنجاب حکومت کا اشتہار چھپ رہا ہے: ''کنبے کی تشکیل کے وقت یاد رکھیں کہ بڑھاپے کا سہارا بچوں کی زیادہ تعداد نہیں بلکہ قابل اور لائق اولاد ہے''۔ پھر ساتھ ہی واحد چیز جو مفت ہے وہ اس ادارے کی رہنمائی اور سہولت ہے! پاکستان ساری لوٹ مار کے باوجود معاشی اثاثہ اگر کوئی رکھتا ہے تو وہ ہماری آبادی ہی ہے، جو ہم بہترین برآمد کر چکے ہیں اور اُن کا وہاں سے بھیجا کھا رہے ہیں۔ لائق اولاد ڈاکٹر، انجینئر بنا کر باہر بھیج دیتے ہیں، نالائق کو سیاست دان بنا کر کرسی پر بٹھا دیتے ہیں۔ رہی بچوں کی تعداد زیادہ نہ ہونا تو اب اشتہاروں کی ضرورت نہیں۔ سر چھپانے کو عوام الناس کے پاس جب خطِ غربت کی لکیر کے سوا کچھ میسر نہیں، اسکولوں کی فیسیں، طبی سہولتوں کا فقدان اور مہنگائی، ہسپتالوں کی پرائیویٹائزیشن، دال تک پہنچ سے باہر ہو جانا ہی بہت ہے۔ زندگی کی ہر رمق چھین لی گئی۔

برصغیر کے مسلمانوں میں پورے عالم اسلام سے محبت اور امت کا درد ایک خاص وصف تھا۔ تحریک خلافت اسی کی مظہر تھی، جس نے برطانوی اقتدار کو ہلا کر رکھ دیا۔ امت سے محبت اور پوری دنیا کے مسلمانوں کی خیرخواہی اور حقوق کا تحفظ ہمیں ورثے میں ملا تھا۔ پاکستان سے عالم اسلام خصوصی محبت رکھتا تھا۔ بانی پاکستان کا اسرائیل کے حوالے سے موقف نہایت مضبوط اور دوٹوک تھا: ''اسرائیل ایک ناجائز ریاست ہے۔ یہ مسلمانوں کے دل میں خنجر گھونپنے کے برابر ہے۔ ہم اسے تسلیم نہیں کریں گے''۔ نیز یہ بھی کہ ''دنیا کا ہر مسلمان بیت المقدس پر یہودی تسلط قبول کرنے کی بجائے جان دے دے گا''۔ تادیر ہم بھارت میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آواز اٹھاتے رہے۔ بوسنیا تک میں مسلمانوں پر قیامت ٹوٹی تو پاکستانیوں نے اس درد کو اپنی جان پر لیا۔ روس کے خلاف جہاد میں افغان مہاجرین کو پناہ دی۔ تاہم نائن الیون کے بعد ہم ایک عجب دیوانے دور میں داخل

ہوگئے۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر!

گوجسمانی طور پر ہم آزاد ہیں،لیکن ریموٹ کنٹرول غلامی کا یہ ایسا دور ہے جس میں بدترین روحانی غلامی ہے۔ شناخت گم کردینے کے مریض ہوچکے۔ بیت المقدس پر یہودی تسلط ہو، روہنگیا مسلمان ہوں یا دنیا بھر میں اسلاموفوبیا کے ہاتھوں خوار وزار ہوتے مسلمان، ہم بے حس ہوچکے۔افغان طالبان کے مقابل ہم حملہ آوروں کے ساتھی کیا ہوئے، ہم بے حسی کی آخری انتہاؤں کو جا پہنچے۔ بنگلا دیش نے جماعت اسلامی کے 6 رہنماؤں کو پھانسی دے ڈالی، جن کا جرم (1971ء میں) پاکستان سے (اسلام کی بنا پر) محبت قرار پائی۔ہم نے کچھ نہ کیا، اُف تک نہ کی، منہ موڑ لیا۔کشمیر پر بیانات، مظاہرے، ڈرامے، گانے، یہ ہماری محنتوں کی انتہا ہے۔ روہنگیا مسلمانوں سے بھی منہ موڑے بیٹھے رہے۔اِیغور مسلمانوں پر زبان کھولنے کی گنجائش ہی کہاں ہے۔

اب ایک شدید لہر ہے ظلم وقہر کی جو سری لنکا کے مسلمانوں کو لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔بنگلا دیش کی طرح بے بنیاد الزامات لگا کر جماعت اسلامی سری لنکا کے 24 سال امیر رہنے والے بزرگ مدبر استاذ رشید کو گرفتار کرلیا ہے بلاجواز، نمایاں ملکی خدمات کے باوجود۔یونیورسٹل ہیومن رائٹس کونسل جنیوا کی جاری کردہ فلم، حالات وواقعات کی پُرتشدد وڈیوز جنونی بدھ انتہاپسندوں کے مظالم کی لرزہ خیز تصویر دکھاتی ہے۔امریکا، کینیڈا، برطانیہ، اٹلی میں تو مظاہرے ہوئے اور آواز اٹھائی گئی، لیکن پاکستان اپنے دوستانہ تعلقات کے ہاتھوں خاموش بیٹھا ہے۔روہنگیا طرز پر تسلسل سے گھر، کاروبار، مساجد، ادارے نذرِ آتش ہوتے رہے ہیں، اب حلال خوراک پر سیخ پا ہیں۔سری لنکا میں اسلاموفوبیا عروج پر ہے۔اسے مسلمانوں سے ’پاک‘ کرنے کے بدترین عزائم ہیں، مسلم اُمت خاموش بیٹھی ہے! پاکستان میں 3 فیصد اقلیتوں کے حقوق کے لیے ہروقت سینہ کوبی اور رواداری کا پرچار کرتے جگہ جگہ مندر بناتے، چھوٹے بچوں کے نصابوں میں یہ اسباق بھرتے سرگرداں ہیں۔ جبکہ 10 فیصد مسلمان اقلیت پر سری لنکا اور یورپ (بالخصوص فرانس) میں مسلمانوں کی حقوق سلبی پر منقار زیر پر ہیں!

سکوت چھایاہے انسانیت کی قدروں پر
یہی ہے موقعِ اظہار آؤ سچ بولیں!

خصوصی رپورٹ

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظ اللہ کا دورہ حلقہ ملاکنڈ

14 مارچ 2021ء کو امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ سالانہ دورہ کے سلسلہ میں حلقہ کے مرکز پہنچے۔ رفقاء کے ساتھ ساتھ احباب نے بھی اس پروگرام میں شرکت کی۔ تعداد 200 کے لگ بھگ تھی۔ سب سے پہلے امیر محترم سے مقامی تنظیم، منفرد اسرہ جات اور حلقہ کی ٹیم کا تعارف کرایا گیا۔ تعارف کے بعد شرکاء کو سوالات کرنے کا موقع دیا گیا۔ امیر محترم نے رفقاء واحباب کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیے۔ اسی دوران وہ رفقاء جنہوں نے امیر محترم سے براہ راست بیعت نہیں کی تھی، انہوں نے مسنون بیعت کیا۔

امیر محترم نے بڑے دلنشین پیرائے میں ’’مطالباتِ دین‘‘ پر 45 منٹ خطاب کیا۔ پروگرام کے بعد امیر حلقہ اوران کے معاونین کے ساتھ خصوصی نشست ہوئی۔ جس میں شرکاء کا قدرِ تفصیلی تعارف ہوا۔ امیر محترم نے رفقاء سے باہمی تعلق میں مضبوطی اور فعال رابطے رکھنے پر زور دیا۔ امیر محترم نے ہدایت کی کہ وہ سابقہ رفقاء جنہوں نے بوجوہ تجدید بیعت نہیں کی ہے، انھیں اپنے اوپر قرض سمجھ کر تنظیم میں دوبارہ لانے کی سعی وجہد کی جائے۔ ساڑھے چار بجے جماعت اسلامی کے مرکز احیاء العلوم کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ امیر حلقہ ممتاز بخت، ناظم دعوت نبی محسن، ناصر صافی اور راقم الحروف تھے۔ جہاں پر جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے ضلعی ذمہ داران اور احیاء العلوم کے مفتی اور علماء کرام صاحبان ملاقات کے لیے موجود تھے۔ امیر محترم نے قرآنی آیت: ﴿وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى‌ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ‌ ۖ﴾ کی روشنی میں گفتگو کی۔ آپ نے مولانا مودودیؒ اور بانی محترمؒ کی فکر میں یگانگی کا ذکر کیا۔ جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی کی متفقہ کاوشوں کا تذکرہ کیا۔ حال ہی میں انسداد سود مہم اور دونوں جماعتوں کا کورٹ میں سود کے خاتمہ کے لیے جاری جدوجہد پر بھی روشنی ڈالی۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے کے دینی کاموں کو سراہا گیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید اپنے دین حق کی خاطر ایک دوسرے کی قربت نصیب فرمائے۔ بعدازاں امیر محترم نے اسلامی جمعیت طلبہ کے ذمہ داران اور مدرسہ کے مفتی محترم عبدالودود سے ان کے علمی کاوشوں کے حوالہ سے گفتگو کی۔ یہاں سے فارغ ہوکر مولانا غلام اللہ حقانی سے ملاقات کے لیے مولانا کے مدرسہ پہنچے۔ حال احوال دریافت کرنے کے بعد تنظیمی اور جمعیت کی سرگرمیوں اور ملکی حالات پر ہلکی گفتگو کی گئی۔ امیر محترم نے مولانا صاحب کی کاوشوں کو سراہا۔ اور اللہ تعالیٰ سے مزید توفیق کے لیے دعا کی۔ نماز عشاء ان کے ساتھ مدرسہ کی مسجد میں ادا کی گئی۔ بعدازاں اسرہ اوچ کے نقیب رحمان اختر کے گھر کے لیے روانگی ہوئی۔ نقیب نے اپنے ان رفقاء کو بھی مدعو کیا تھا جو کہ بوجوہ امیر محترم سے ملاقات کے لیے حلقہ مرکز تشریف نہ لاسکے تھے۔ انھوں نے امیر محترم سے مختصر بیان کرنے کی درخواست کی۔ بیان کے بعد دوملتزم رفقاء نے تجدید بیعت اور تین مبتدی رفقاء نے نئی بیعت بھی کی۔ دعا کے بعد حلقہ مرکز واپسی ہوئی۔ اگلے دن نماز فجر کے بعد قریبی مسجد میں درس قرآن ہوا۔ اس کے بعد امیر محترم نے آن لائن بعض ضروری تنظیمی امور نمٹائے۔ 8 بجے گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول ملاکنڈ پہنچے، جہاں پر تیمرگرہ تنظیم کے ملتزم رفیق اور سابقہ مقامی امیر چاند ریاض نے ٹیچرز اور سٹوڈنٹس سے خطاب کا اہتمام کیا تھا۔ امیر محترم کو سکول اسمبلی کے بعد دعوت خطاب دے دی گئی۔ آپ نے قرآن کے حقوق کے حوالہ سے مختصر مگر جامع گفتگو کی۔ پرنسپل صاحب، سٹاف، سٹوڈنٹس اور چند مقامی افراد نے آپ کے بیان کو بڑے انہماک سے سنا۔ بعدازاں ایک حبیب ڈاکٹر جان رازق کے گھر تشریف لے گئے۔ جہاں کچھ سوالات وجوابات ہوئے۔ اس کے بعد حلقہ مرکز پہنچے اور وہاں سے بٹ خیلہ کے لیے روانگی ہوئی۔ جہاں پر ڈسٹرکٹ بار روم میں ’’اسلام اور پاکستان‘‘ کے موضوع پر امیر محترم نے خطاب کیا۔ انہوں نے پاکستان کا پس منظر، قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ کے اقوال کی روشنی میں واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ملک اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اور اس کی بقا بھی اسلامی نظام کے نفاذ میں ہے۔ بعدازاں سوال وجواب کی نشست ہوئی اور شوکت اللہ شاکر نے اختتامی دعا کرائی۔ مقامی امیر اسلم خان کے یہاں نماز ظہر اور ظہرانہ کرنے کے بعد احسان الودود کی بیمار پرسی کے لیے چلے گئے۔ احسان صاحب امیر محترم کی آمد پر بہت خوش ہوئے۔ موصوف پہلے کی نسبت قدرِ بہتر تھے۔ دعا سلام اور مختصر بات چیت کے بعد امیر محترم واپسی کے لیے اسلام آباد روانہ ہوئے، جہاں سے انھیں واپس کراچی جانا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہماری سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر پوری امت کی ہدایت کے لیے پیش خیمہ ثابت فرمائے۔ آمین (رپورٹ: شاہ وارث)

Al Haq, the Palestinian human rights body, unmasks Israeli crimes

Al Haq, the Palestinian human rights organization’s 2020 field report on human rights violations in Palestine makes grim reading.

In the midst of the pandemic and the Zionist occupiers deliberately withholding vaccines from the Palestinians, the heavily-armed Israeli soldiers and settlers have escalated attacks against Palestinians. Such attacks are part of a broader Israeli policy to crush Palestinian resistance to occupation and home demolitions with the clear aim of driving them out of the land, especially in the eastern part of Al Quds (East Jerusalem). Al Haq’s report (released on March 2, 2021) followed a similar report by the Israeli human rights organization B’Tselem (January 12, 2021) titled “A regime of Jewish supremacy from the Jordan River to the Mediterranean” that categorically denounced Israel as “an apartheid state”.

In its report, Al-Haq drew attention to the fact that in 2020 while Palestinians were busy combating the deadly coronavirus, Israel “seized the opportunity to advance its settler project and intensify repressive measures against Palestinians in all their places of residence.” These included massive home demolitions, land confiscation, settlement expansion, and the violation of freedom of movement and the right to health, among other things. Such measures have gone hand-in-hand with attacks on and arrest of thousands of Palestinian children, deliberate flooding of Palestinian farms destroying crops, destruction of trees (Israel has uprooted 800,000 olive trees in the West Bank since the 1967 occupation) as well as the Zionist settlers’ inhumane practice of flooding Palestinian lands with raw sewage. Five Palestinian children were arrested on March 11, 2021for doing nothing more than picking up vegetables. In the Zionist state that pro-Israeli groups never tire of telling us is the only “democracy in the Middle East”, even picking up vegetables is a crime! The intent is clear: to make life so miserable for the Palestinians that they are forced to leave.

The demolition of homes and structures—shelters and businesses being essential for survival—escalated alarmingly in 2020. The number of Palestinian structures, both public and private, destroyed in the midst of the pandemic in 2020, doubled from the average number of structures destroyed on an annual basis over the past 10 years. Al Haq recorded 535 Palestinian private and public structures demolished in 2020. The average rate of demolition over the past 10 years (2010-2019) was 325 structures. The prestigious Palestinian human rights group headed by international human rights lawyers provided further breakdown of demolition figures. Of the 535 structures destroyed last year, 248 were homes (46%), the vast majority of which (242) were demolished under the pretext of lacking Israeli-issued building permits, which are notoriously difficult to obtain. The other six homes were demolished on punitive grounds—a practice employed by the Israeli regime against Palestinians accused of

regime against Palestinians accused of committing attacks against Israelis. Rights groups have characterized such demolitions as “collective punishment.”

Israel claims that punitive home demolitions “deter” future attacks, though that claim has been disputed by top Israeli security officials over the years. Home demolitions in 2020 resulted in the displacement of 941 persons, of which 462 are women and girls, 442 are children, 267 are school students, and 124 are Palestinian refugees already displaced from their original homes, according to Al-Haq’s report. Often, demolitions are carried out without allowing home owners to evacuate their belongings before the big machines start their destructive spree. Last year, 69 homes were demolished without the home owners given an opportunity to evacuate their belongings.

Additionally, some affected families are “violently harassed, attacked, or physically assaulted” during the demolition. Today, 500,000 Palestinian structures located inside the boundaries of the Green Line are still under threat of demolition.

The UN recently reported that among the structures at risk, are 53 schools located across the West Bank. Demolition of Palestinian homes go in tandem with a furious illegal Israeli settlement policy in the West Bank and East Al-Quds (East Jerusalem). This is done by employing ‘salami’ tactics. What this means is that Israel indulges in creeping annexation. One parcel of land is confiscated in one area and another in a different locality. In terms of appearance, it looks like small steps but their impact on Palestinians is huge. Al Haq reported that in 2020, Israel confiscated 20,030 dunums (4,949 acres) of land for settlement expansion throughout the Occupied Palestinian Territories.

According to settlement watchdog Peace Now, 2020 saw the highest level of settlement construction plan approvals per year in the past two decades. A total of 12,159 housing units were approved for Israeli settlements last year alone. In comparison, only 245 housing units, many of which already exist, were approved for Palestinians. Both the UN and the European Union have denounced such demolitions and the illegal expansion of Zionist settlements but Israel is undeterred. Even some US lawmakers mustered enough courage to denounce Israel’s illegal policy but to no avail.

The bottom line is that unless sanctions are imposed on this illegal entity—a pariah state—it is difficult to imagine it will stop its illegal activities.

Source: ***An article published in the Crescent International.***

ضرورت رشتہ

☆ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر بٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 20 سال، تعلیم ایف اے، شرعی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ گوجرانوالہ و گردونواح کے لوگ قابل ترجیح۔

برائے رابطہ: 0333-8122239 0334-8122249

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ خواتین پنجاب جنوبی کی ناظمہ میڈم صغریٰ خاکوانی کا بیٹا دریا میں ڈوب کر شہید ہو گیا۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کے رفیق امیر حمزہ کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0302-6955399

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.12

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore